مجلس انصار اللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

صلح۔تبلیغ 1389 جلد 7 ، نمبر 1
جنوری۔فروری 2010



"نماز خدا کا حق ہے اُسے خوب ادا کرو" ملفوظات جلد 3 صفحہ 591

"نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے اسی
لئے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے" ملفوظات جلد 4 صفحہ 605

"نماز ہی وہ شئے ہے جس سے سب
مشکلات آسان ہو جاتی ہیں
اور سب بلائیں دور ہوتی ہیں۔" ملفوظات جلد 5 صفحہ 402

"اطمینان و سکینتِ قلب کے لئے نماز سے
بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے" ملفوظات جلد 5 صفحہ 402

"نماز ہزاروں خطاؤں کو دور کر دیتی ہے
اور ذریعہ حصولِ قربِ الٰہی ہے" ملفوظات جلد 4 صفحہ 292

ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یو کے ۲۰۰۹ء

☆ سب سے بڑی دعا اور سب سے بڑا ذکر نماز ہی ہے بشرطیکہ وہ اس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کی جائے۔

☆ سب سے پہلا اور بڑا اور اہم تقاضا انصار اللہ بننے کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معیار قائم کئے جائیں۔

☆ انصار اللہ خصوصیت سے دینی علوم کے حصول کی طرف توجہ کریں۔اس کے لئے قرآن کریم، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کثرت سے پڑھیں۔

☆ انصار اللہ کو باقاعدہ ایسی سکیم بنانی چاہئے جس کے تحت انصار اللہ کے ممبران کو تبلیغ کے لیے استعمال کیا جائے۔وہ انصار جو فارغ ہیں خود اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کریں اور تبلیغ کے میدان میں مدد دیں۔

☆ آپ کی آمدینوں میں جو ترقی ہے اس میں دین کا حق بھی اپنی قربانی کے معیاروں کو بلند کرتے ہوئے ادا کریں۔صف دوئم کے انصار کو تو سو فیصد نظام وصیت میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

☆ انصار اللہ کا ایک اہم کام خلافت سے وابستگی اور اس کے استحکام کی کوشش کرنا ہے۔

انصار الدین

جنوری تا فروری 2010ء

فہرست مضامین

انصار اللّٰہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

زیرِ سرپرستی صدر مجلس انصار اللہ

مدیر اعلیٰ	چودھری وسیم احمد
مدیر (اردو)	ڈاکٹر شمیم احمد
نائب مدیر	محمود احمد ملک
	نوید احمد
مدیر (انگریزی): احد بھنو	
نائب مدیر (انگریزی): عمر احمد	
مینیجر: قائد اشاعت	
پوسٹنگ و ترسیل	مسعود علی کبیر، اعجاز احمد
معاون	شیخ لطیف احمد، نعیم گلزار

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

اداریہ

تکبّر ایک معاشرتی بیماری

اسلام ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے جو زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا اور ہر لحاظ سے زندگی کے مختلف امور کے بارہ میں واضح تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کریم جہاں مذہبی امور کے بارہ میں تعلیم پیش کرتا ہے وہاں وہ سماجی، معاشرتی اور اقتصادی ذمہ داریوں کے بارہ میں بھی بہت وضاحت کے ساتھ تعلیم دیتا ہے۔ اسلام ایک ایسا اخلاق اور کردار پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے از خود ہر قسم کے غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل اور جرائم کا سد باب ہو سکے۔ اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام اوامر ونواہی کی تعلیم دیتا ہے یعنی بعض اچھی باتوں پر عمل کرنے اور اُن پر دوام اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور بعض بدیوں سے اجتناب کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ اگر اُن اوامر ونواہی کی تعلیم کو تفصیل سے دیکھا جائے تو وہ ہر شعبہ ہائے زندگی پر محیط ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس بات کی بھی تلقین کی جاتی ہے کہ برائی کے خاتمہ کے لئے اور سماجی ماحول کی بہتری کے لئے مسلسل نصیحت کرتے چلے جانا چاہئے۔

تکبّر ایک خوفناک معاشرتی بیماری ہے جو نہ صرف انفرادی بلکہ قومی سطح پر بھی پائی جاتی ہے اور معاشرہ کی ہر سطح پر اس کے بداثرات پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نہ صرف انفرادی بلکہ قومی سطح پر بھی تکبّر سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

''نخوت سے انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔ اللہ کسی تکبّر کرنے والے اور فخر و مباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا''۔ (سورۃ لقمان آیت 19)

تکبّر ایک ایسا مرض ہے جو بظاہر بڑا دکھائی نہیں دیتا لیکن بتدریج خوفناک نتائج پیدا کرتا ہے اور معاشرتی زندگی میں شدید بدامنی کا موجب بن جاتا ہے۔ احادیث میں بھی اس معاشرتی بیماری سے بچنے کی بکثرت تلقین کی گئی ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی متعدد بار اپنی جماعت کو اس بارہ میں نصیحت فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''...... میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے اور اُس کے بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اُس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے۔ ایسا ہے وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ وحشمت کا تصوّر کر کے اپنے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اُس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اُس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم اسفل السافلین میں جا پڑے اور اُس کے بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحتِ بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزا سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اُس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اُس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اُس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھتا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پورے طور پر اطاعت نہیں کرنا چاہتا اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصہ لیا ہے اور جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبّر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔

خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اُس سے کرو۔ اور جس قدر دنیا میں کسی انسان سے ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو''۔

(نزول المسیح صفحہ 402-403)

درس القرآن

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

(سورۃ الفرقان آیت ۶۴)

عاجزی اور انکساری ایک ایسا خلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خلق ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اس خُلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

ہمیں تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ عاجزی اگر کسی میں نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے چنانچہ دیکھ لیں باوجود خاتم الانبیاء ہونے کے آپ اپنے ماننے والوں کو یہی فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اور اس یہودی کو بھی پتہ تھا کہ باوجود اس کے کہ میں یہودی ہوں اور جھگڑا میرا مسلمان سے ہے اور پھر معاملہ بھی آپ ﷺ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اپنے اس جھگڑے کا معاملہ آپ ﷺ کے پاس ہی لاتا ہے، آپ کی خدمت میں ہی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ مذہبی اختلاف کے باوجود اس کو یہ یقین تھا اور وہ اس یقین پر قائم تھا کہ یہ عاجز انسان ﷺ کبھی اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور اس یہودی کو یہ بھی یقین تھا کہ میرا دل رکھنے کے لئے اپنے مرید کو یہی کہیں گے کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ یہ یقین اس لئے قائم تھا کہ آپ کی زندگی جو زندگی اس یہودی کے سامنے تھی اس سے یہی ثابت ہوا تھا اور آپ کا یہ حسن خلق اس کو پتہ تھا اور یہ حسنِ خلق آپ میں اس لئے تھا کہ وہ شرعی کتاب جو آپ پر اتری یعنی قرآن کریم اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو میں نے آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام۔ یعنی جھگڑے کو بڑھاتے نہیں بلکہ وہیں معاملہ نپٹا کر ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی جھگڑا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اس کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ جاہلوں کی طرح ذرا ذرا سی بات پر سالوں جنگیں لڑنے کی ان کو عادت نہیں ہے۔ تو یہ ہے وہ حسن خلق جو آنحضرت ﷺ میں تھا اور جو آپ اپنی امت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

اس بارہ میں علامہ رازی آیت قرآنی ﴿اَلَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ھَوْن سے مراد نرمی اور ملائمت ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ چال میں نرمی ہو چال میں نرمی ہوتی ہے، سکینت ہوتی ہے، وقار اور تواضع ہوتی ہے اور تکبر اور نخوت سے اپنے پاؤں زمین پر نہیں مارتے اور متکبر لوگوں کی طرح اکڑ کر نہیں چلتے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا﴾۔ یعنی وہ زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔ لکھتے ہیں کہ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ھَوْنَ کی تفسیر تلاش کی تو مجھے نہ ملی تو خواب میں مجھے بتایا گیا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زمین میں فساد نہیں چاہتے۔

پھر ایک روایت ہے، حضرت ایاز بن حمار سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا اور فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ انکساری اختیار کرو اس حد تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

اب امت کو تو یہ حکم ہے کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے لیکن کیا ہمارے عمل اس کے مطابق ہیں۔ کسی کو اپنی قوم کا فخر ہے، خاندان کا فخر ہے، تو کسی کو دولت کا فخر ہے، کسی کو دوستوں کا فخر ہے، کسی کو اولاد کا فخر ہے اور جس طرف بھی نظر ڈالیں آپ کوئی نہ کوئی فخر کا راستہ یا کوئی نہ کوئی فخر کی سوچ ہر ایک میں نظر آ جاتی ہے۔ پھر اور تو اور بعض دفعہ بعض لوگ اچھے سوٹ سلوا لیں یا کپڑے پہن لیں تو اسی پر فخر ہونے لگ جاتا ہے۔ اس تعلیم پر نظر نہیں۔ اگر ہر ایک کی اس تعلیم پر نظر ہو جو ہمیں آنحضرت ﷺ نے دی تو فخر کے بجائے ہم میں سے ہر ایک میں ہر وقت عاجزی ہی عاجزی نظر آنی چاہئے۔

پھر دیکھیں روایت میں ہے، جس میں آپ نے اپنے زبردست مقام کے بارے میں اعلان فرمایا ہے کہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ یعنی پہلی بات تو یہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ اور پھر ساتھ ہی عاجزی کا بھی ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے کہ پھر فرمارہے ہیں وَلَا فَخْرَ۔ کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ بہت بڑا اعلان ہے لیکن عاجزی کی انتہا کہ مگر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اس میں مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے لئے اس طرح تواضع اختیار کی۔ یہ فرماتے

باقی صفحہ 15 پر ملاحظہ فرمائیں

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کی نظر دلوں پر ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِ کُمْ وَ اَمْوَا لِکُمْ وَ لٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعمالِکُمْ

(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایسی دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے جو خدا تعالیٰ کی نعمت ہونے کے باوجود بعض اوقات عورتوں اور مردوں میں بھاری فتنہ کا موجب بن جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک جسمانی حسن و جمال ہے جو عموماً عورتوں کے لیے فتنہ کی بنیاد بنتا ہے۔ ان دو باتوں کو مثال کے طور پر سامنے رکھ کر آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک یہ دونوں چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی نعمتیں ہیں۔ مگر مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہئے کیونکہ انسان کی قدر و قیمت کو پرکھنے کے لیے خدا تعالیٰ عورتوں کے حُسن اور مردوں کے مال کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ ان دونوں کے دلوں اور دماغ کی طرف دیکھتا ہے جو انسانی خیالات اور جذبات کا مبداء ومنبع ہیں اور پھر وہ ان کے اعمال کی طرف دیکھتا ہے جو ان خیالات اور جذبات کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں جو قلب کا لفظ بیان ہوا ہے اس سے دل اور دماغ دونوں مراد ہیں جنہیں انگریزی میں ہارٹ (Heart) اور مائنڈ (Mind) کہتے ہیں کیونکہ قلب کے لفظی معنی کسی نظام کے مرکزی نقطہ کے ہیں اور دل اور دماغ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں جسمانی نظام کے مراکز ہیں۔ دماغ ظاہری احساسات کا مرکز ہے اور دل روحانی جذبات کا مرکز ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اس جگہ قلوب اور اعمال کا لفظ استعمال کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ بے شک جسمانی حسن اور ظاہری مال و دولت بھی خدا کی نعمتیں ہیں اور انسان کو اُن کی قدر کرنی چاہئے۔ لیکن وہ چیز جس کی طرف خدا کی نظر ہے انسان کا قلب اور اس کے اعمال ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جمال و مال اور دنیا کی دوسری نعمتوں پر فخر کرنے کی بجائے اپنے دل و دماغ کی اصلاح اور اپنے اعمال کی درستی کی فکر کرے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ یہ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کے قلب اور اس کے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ اس سے صرف یہی مراد نہیں کہ قیامت والے حساب کتاب میں انہی چیزوں کو وزن حاصل ہوگا بلکہ ان الفاظ میں یہ اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ اس دنیا میں بھی حقیقی وزن دل کے جذبات اور دماغ کے احساسات اور جوارح کے اعمال کو حاصل ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ جس قوم کے افراد کو یہ نعمت حاصل ہو جائے یعنی ان کا دل اور ان کا دماغ اور ان کے ہاتھ پاؤں ٹھیک رستہ پر چل پڑیں ان کی ترقی اور اس کے لیے نعمتوں کے حصول کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

کلام الامام علیہ السلام

پیش گوئی مصلح موعود

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''20رفروری 1886ء پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزّ وجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَ عَزَّاِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین (حق) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذُرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔

مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 95،96)

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''ہمیشہ اس بات کو بڑے بھی یاد رکھیں اور بچے بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی کہ انقلاب قربانیوں سے ہی آتے ہیں اور اس زمانے میں جب ہر طرف مادیت کا دور دورہ ہے مالی قربانی نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ بچوں کی خواہشات بھی ہیں اور بڑوں کی خواہشات بھی ہیں لیکن اپنی خواہشات کو دبا کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی اس زمانے میں ایک بہت بڑا جہاد ہے۔ دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے خرچ کرنا تو آسان ہے لیکن دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مالی قربانی دینا یقیناً ایک جہاد ہے۔

پھر دوسری بات مَیں نومبائعین سے بھی کہنا چاہتا ہوں اور نومبائعین کو سنبھالنے والوں سے بھی کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ نومبائعین کی جماعت سے تعلق میں مضبوطی تبھی پیدا ہوتی ہے جب وہ مالی قربانی میں شامل ہوتے ہیں۔ جب وہ اس اصل کو سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ایک ذریعہ مالی قربانی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو نومبائعین اس حقیقت کو سمجھ گئے ہیں وہ جماعت سے تعلق، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اور اخلاص اور آنحضرت ﷺ کے عشق میں فنا ہونے کی منازل دوڑتے ہوئے طے کر رہے ہیں۔ بعض نومبائعین قربانیوں میں اوّل درجے کے شمار ہونے کے بعد بھی لکھتے ہیں کہ یہ قربانی ہم نے دی ہے لیکن حسرت ہے کہ کچھ نہیں کر سکے۔ انہیں یہ احساس ہے کہ ہم دیر سے شامل ہوئے تو قربانیاں کرتے ہوئے اُن منزلوں پر چھلانگیں مارتے ہوئے پہنچ جائیں جہاں پہلوں کا قرب حاصل ہو جائے۔ پس یہ وہ موتی اور ہیرے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے اور عطا فرما رہا ہے۔ جن کی حسرتیں دنیاوی خواہشات کے لئے نہیں بلکہ قربانیوں میں بڑھنے کے لئے ہیں اور جس قوم کی حسرتیں یہ رخ اختیار کر لیں اس قوم کو کبھی کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ جب کہ خدائی وعدے بھی ساتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ یہ اعلان کر رہا ہو کہ مَیں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں۔ پس جو کمزور ہیں، نئے احمدی ہوں یا پرانے، تربیتی کمزوریوں کی وجہ سے بھول گئے ہیں یا قربانیوں کی اہمیت سے لاعلم ہیں، ہمیشہ یاد رکھیں کہ مسلسل کوشش اور جدوجہد اُنہیں وہ مقام دلائے گی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا مقام ہے۔ اس اہم کام کی سرانجام دہی کے لئے جہاں ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس اہمیت کو سمجھے وہاں انتظامیہ کا بھی فرض ہے کہ احباب جماعت کو اس کی اہمیت بتائیں۔ نومبائعین کو اس کی اہمیت بتائیں۔

جب تک عہدیداران کے اپنے معیار قربانی نہیں بڑھیں گے ان کی بات کا اثر نہیں ہوگا۔ جہاں عہدیداران اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والے ہیں وہاں کی رپورٹس بتا دیتی ہیں کہ حق ادا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ بہت محنت کرنے والے ہوتے ہیں لیکن بعض دفعہ یہ جو محنت کرنے والے ہیں یہ بھی صحیح طریق پر محنت نہیں کر رہے ہوتے۔ مثلاً چندوں کے معاملے میں۔ جو چندہ دینے والے مخلصین ہیں ہر تحریک کی کمی پورا کرنے کے لئے انہیں کو بار بار کہا جاتا ہے۔ جب کہ کئی دفعہ کہا گیا ہے کہ نئے شامل ہونے والوں کو بھی شامل کریں اور تعداد بڑھائیں۔ ہر ایک میں قربانی کی روح پیدا کریں۔ اگر شعبہ تربیت اور مال یا وقف جدید، تحریک جدید مشترکہ کوشش کریں تو کمزوروں کو بھی ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ شروع میں بعض دقتیں پیش آئیں گی لیکن دعا اور صبر سے یہ روکیں اور مشکلات بھی دور ہو جائیں گی انشاء اللہ۔ بعض لوگ لکھتے بھی ہیں اور زبانی بھی موقع ملے تو کہہ دیتے ہیں کہ بعض افراد جماعت پوری طرح تعاون نہیں کرتے، پروگراموں میں حصہ نہیں لیتے تو مَیں انہیں ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ تمہارا کام یہ ہے کہ مسلسل دعا اور صبر سے کوشش کئے جاؤ۔ جو احمدی ہے اس میں کوئی نہ کوئی نیک فطرت کا حصہ ہے جس کی وجہ سے وہ احمدیت پر قائم ہے۔ پس کمزوروں کو ساتھ ملا کر چلنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس لئے مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہئے۔'' (خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 4 رجنوری 2008ء)

میں ہی مصلح موعود ہوں

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک پُر شوکت اعلان

جب اللہ تعالیٰ نے 5 اور 6 رجنوری 1944ء کی درمیانی رات کو ایک رؤیا کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر یہ منکشف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں تو آپ نے 20 رفروری 1944ء کو ہوشیار پور کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ کا یہ اعلان خاص تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ مزید برآں اس کا لفظ لفظ اس امر پر گواہ ہے کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے اصل اور حقیقی مصداق ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"آج (20 رفروری 1944ء) سے پورے اٹھاون سال پہلے جس کو آج انسٹھواں سال شروع ہو رہا ہے 20 رفروری کے دن 1886ء میں اس شہر ہوشیار پور میں اس مکان میں جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے ایک ایسے مکان میں جو کہ اس وقت شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا طویلہ کہلاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں رہائش کا اصلی مقام نہیں تھا بلکہ ایک رئیس کے زائد مکانوں میں سے وہ ایک مکان تھا جس میں شاید اتفاقی طور پر کوئی مہمان ٹھہر جاتا ہو یا سٹور بنا رکھا ہو یا حسب ضرورت جانور باندھے جاتے ہوں قادیان کا ایک گمنام شخص جس کو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو احمدیت اور بانی سلسلہ احمدیہ سے وہ رکھتے تھے اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اس کی نصرت اور مدد طلب کرنے کے لئے آیا اور چالیس دن علیحدگی میں اس نے خدا تعالیٰ سے تضرع کے ساتھ دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں خدا نے اس کو ایک نشان دیا۔ وہ نشان یہ تھا کہ میں تم کو نہ صرف یہ کہ جو تمہارے ساتھ میرے وعدے ہیں ان کو پورا کروں گا بلکہ ان وعدوں کو زیادہ شان اور زیادہ عظمت کے ساتھ پورا کرنے کیلئے میں تمہیں ایک خاص بیٹا دوں گا۔ وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہوگا اور دینی اور دنیوی علوم جو اسلام کی اشاعت کے لئے ضروری ہیں اسے عطا کئے جائیں گے۔ اللہ اسے لمبی عمر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی۔

یہ اعلان بانی سلسلہ احمدیہؑ نے یہیں ہوشیار پور سے شائع فرمایا اور اس وقت شائع فرمایا جب ابھی تک سلسلہ احمدیہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔ قادیان ایک چھوٹی سی بستی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں تک دنیوی وجاہت کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے ذاتی طور پر کوئی عزت حاصل نہیں تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا خاندان ایک معزز زمیندار خاندان تھا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطنت مغلیہ کے عہد میں اس خاندان کو بڑی عزت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے عہد میں بھی اس خاندان کے افراد کو بعض معزز عہدے حاصل رہے۔ لیکن وہ خاندان قدیم عزت کھو چکا تھا اور بعض وجوہ سے انگریزی زمانہ میں اس کی جائیداد کا اکثر حصہ ضبط ہو چکا تھا اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیوی حیثیت ایک معمولی زمیندار کی سی تھی اور پھر آپؑ کو اپنی عزت بڑھانے کا بھی شوق نہ تھا۔ باپ نے انہیں بار بار توجہ دلائی کہ وہ ملازمت اختیار کر لیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ایسا شخص اس زمانہ میں اعلان کرتا ہے کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسلام کو پھیلائے گا اور پھر میرے کام کو لمبا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ مجھے ایک خاص بیٹا دے گا جو 9 سال کے اندر پیدا ہوگا اور ان خاص صفات سے متصف ہوگا اور میرا جانشین ہوگا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ خبر ایسی زبردست خبر ہے کہ کوئی انسان ایسی خبر دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آخر یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔

جس لڑکے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ مَیں ہی ہوں۔ میرے ذریعہ اس پیشگوئی کی بہت سی شقیں پوری ہو چکی ہیں اس لئے جماعت کا اصرار تھا کہ میں اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کروں مگر میں خاموش رہا۔ حتیٰ کہ گذشتہ جنوری کے مہینہ میں لاہور میں مجھے ایک رؤیا دکھایا گیا۔ جس میں مجھے بتایا گیا کہ اس پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں......

مَیں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری

جان ہے کہ میں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح ہوئی ہے۔ اِلَّامَاشَاءَ اللّٰہ کچھ خفیف سا فرق نظارہ کے بیان کرنے میں ہوگیا ہو تو علیحدہ بات ہے۔ پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔...... مَیں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ حکومتیں اگر اس کے مقابلہ میں کھڑی ہوں گی تو مٹ جائیں گی، بادشاہتیں کھڑی ہوں گی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔''

(الفضل 24/ فروری 1944ء)

ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام

1936ء میں مجلس مشاورت سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے اعلان فرمایا:

''میں اس لئے ہی خلیفہ نہیں ہوں کہ حضرت خلیفہ اول کی خلافت کے دوسرے دن جماعت احمدیہ کے لوگوں نے جمع ہو کر میری خلافت پر اتفاق کیا بلکہ اس لئے بھی خلیفہ ہوں کہ حضرت خلیفہ اول کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہوں گا۔ پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔ میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1936 صفحہ 17،18)

بقیہ صفحہ 9: حضرت مصلح موعودؓ کی شخصیت

شیر علی سے مصاحب عطا ہوئے۔ جس کے سامنے روشن علی، سرور شاہ اور اسحٰق نے زانوئے تلمذ طے کیا، وہ جس کے ہاتھوں نے جلال الدین اور ابوالعطاء جیسے مجاہدین اسلام تیار کئے۔......

آپ کا رنگ کھلا ہوا گندمی اور چہرہ مردانہ حسن سے مرقع تھا۔ کشادہ پیشانی، ستواں ناک، روشن بڑی بڑی آنکھیں جو عموماً نیم باز رہتی تھیں لیکن گرد و پیش کے ہر اونچ نیچ حرکت وسکون سے پوری طرح باخبر ہوتی تھیں۔ جب آنکھ اٹھا کر بھرپور نگاہ سے دیکھتے تھے تو وہ پُر تاثیر نظر بے روک ٹوک دل کی گہرائی تک اتر جاتی تھی۔ ایسے مواقع پر بسا اوقات ایسا احساس ہوتا تھا جیسے اندھیرے میں راستہ چلتے اچانک کسی ٹارچ کی بھرپور روشنی چہرہ پر آپڑے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دل کے سب چھوٹے چھوٹے راز اس روشنی کے نیچے ننگے ہو رہے ہیں۔ لیکن اس سے پرے کون کیا دیکھ رہا ہے اس کا علم کچھ نہیں۔ میرے لئے اس کیفیت کا بیان مشکل ہے مگر ہر صاحب تجربہ جسے حضور نے ان بھرپور متلاشی نظروں سے دیکھا ہوا ہے اس کی کنہ سے خوب خوب واقف ہے۔

عموماً آپ بات بے روک ٹوک کرتے تھے میں نے کبھی آپ کو لفظوں کو چباتے ہوئے نہیں دیکھا۔ روزمرہ کی گفتگو میں بھی تقریر کی سی روانی تھی۔ زبان صاف شستہ اور شگفتہ تھی۔ آواز تمام مردانہ صفات سے آراستہ اور پُر جذب و کشش تھی۔ گفتگو میں تیزی کے وقت بھی بے وقرا پن کبھی نہیں آیا اور کبھی لہجہ میں افراتفری نہیں پائی گئی۔ چہرے کے آثار جذبات اور گفتگو کا پورا پورا ساتھ دیتے تھے۔ اُداس گفتگو کے وقت چہرہ ویسا ہی اداس اور پُر مزاح کلام کے وقت ویسا ہی شگفتہ ہو جاتا تھا۔ چہرے کے اس بے لاگ اظہار میں میں نے تکلف کا شائبہ تک نہیں دیکھا اس چہرہ پر غصہ بھی سجتا تھا، غم بھی سجتا تھا، خوشی بھی سجتی تھی۔ شدید ترین غصے کی حالت میں بھی میں نے اس کے نقوش کو بگڑتے نہیں دیکھا۔ ہاں سورج کی طرح وہ تابناک ضرور ہو جاتا تھا۔ غم کے اثرات آپ کے چہرے کو بے رونق نہیں بلکہ عجب پُر سوز وگداز بنا دیتے تھے۔ جس کا نظارہ دیکھنے والے دل کو پگھلاتا تھا۔ خوشی کے موقع پر چہرے کی تازگی اور شگفتگی نظر کو خیرہ کرتی اور سینے کو مسرت سے بھر دیتی تھی۔

آپ کا قد درمیانہ چھاتی چوڑی اور جسم بھرا ہوا اور مضبوط تھا۔ رفتار تیز تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے احادیث نبوی میں سرور دو عالم حضرت رسول اکرم ﷺ کی رفتار کے بارہ میں جو آتا ہے حضور بھی اسی سنت کی پیروی فرما رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے (رفقاء) بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ حضور کی رفتار نہایت باوقار ہونے کے باوجود اس قدر تیز تھی کہ عام آدمی دوڑ دوڑ کر ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

(ماہنامہ مصباح نومبر، دسمبر 1965ء)



حضرت مصلح موعودؓ کی شخصیت

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

(خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضور کی شخصیت سے متعلق کچھ لکھنا اس لئے میرے لئے ایک مشکل امر ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس مضمون کا حق ادا کرنا میری بساط سے باہر ہے اپنے فہم اور بیان کی تمام قوتیں صرف کر دینے کے باوجود بھی میں حضور کے حسن کا احاطہ کرنے سے بُری طرح قاصر رہوں گا پھر ابھی تو اپنے فہم و بیان کی ساری قوتیں بھی میرے اختیار میں نہیں ابھی تو ذہن کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہے جیسے بلندی سے گرنے کے بعد کسی کے اوسان پراگندہ ہو چکے ہوں۔ ایک کھویا کھویا سا نیم خوابیدگی کا عالم ہے صدمہ کا احساس تو ہے مگر اس کی کمیت اور کیفیت کے بیان کی طاقت نہیں مضمون شروع تو کر بیٹھا ہوں لیکن اس کے کسی پہلو پر ہاتھ ڈالتے ہوئے جی سخت گھبرا رہا ہے اور رُک رُک کر پُر درد احتجاج کرتا ہے جیسے کسی ناتواں کو طاقت سے بڑھ کر بوجھ اٹھانے کا حکم دے دیا گیا ہو!

حضور کی زندگی میں بھی حضور کی شخصیت کا ایسا رعب دل پر طاری تھا کہ بسا اوقات پیش ہوتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی آج آپ کے وصال کے بعد آپ کی شخصیت کی یاد بھی ویسی ہی پُر رعب اور پُر شوکت ہے ہمیشہ آپ کے قرب سے ایسا احساس ہوا کرتا تھا جیسا ہمالہ کے دامن میں انسان کو اپنی بے بضاعتی اور بے حقیقتی کا احساس ہوتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ زندگی بھر مجھے کسی دوسرے انسان کے سامنے کمزوری اور بے طاقتی کا ایسا احساس نہیں ہوا۔ بلکہ حضور کے سوا کسی انسان کی شخصیت بھی مجھ پر اس طرح تو کیا ایک ذرہ بھی حاوی نہیں ہو سکی اور ہر دوسرا انسان مجھے اسی سطح پر کھڑا ہوا نظر آتا ہے جس سطح پر میں خود اس سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ لیکن جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں میرے مقرب بارگاہِ الٰہی آقا کی شخصیت ایک استثنائی رعب اور نرالی شان اپنے اندر رکھتی تھی وہ ہر انسان پر سایہ ڈالتی تھی مگر اس پر خدا کے سوا اور کسی کا سایہ نہ تھا۔ وہ شخصیت محض ایک بلند و بالا چٹان کا رعب ہی نہیں ایک شاداب جہاں کی وسعت اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی۔ میں پھر اپنے خدا ہی کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ جس سے بہتر اس محبوب جان کی حقیقت سے کوئی واقف نہ تھا کہ ایسی ہمہ گیر صفات کے حامل انسان شاذ شاذ ہی دنیا کے پردے پر ابھرتے ہیں۔ وہ ایک انسان نہیں ایک امت تھے ایک پھول نہیں ایک گلدستۂ صفات حسنہ تھے پورے چمن کی زینت آپ کی تنہا ذات میں مضمر تھی ہر گل کی بُو سے خوش ہر کلی کی دل آویزی، ہر لالہ کی رنگینی، ہر سرو و صنوبر کا وقار، ہر نرگس و سوسن کا معصوم حسن، ہر قمری کا لحن، ہر بھنورے کی جستجو، ہر مرغ چمن کا سوز و ساز، بہار کی شگفتگی بھی تھی تو خزاں کی اداسی بھی، ہر صبح کی اُمید بھی تھی تو ہر شام کا تفکر بھی، کاش مجھے قدرت ہو کہ میں اس پیارے وجود کے حسن و احسان کا ایک ایک جز نکھار کر قارئین کے سامنے لا کھڑا کروں۔ وہ وجود جس کے حسن نے مجھے گرویدہ اور جس کے احسان نے اسیر در بنا رکھا ہے کاش رعب حسن کا یہ پردہ اب تو ہمارے درمیان حائل نہ رہے جبکہ وہ حسن نظار سوز ہی نظروں سے اوجھل ہو چکا۔

آپ ایک کوہ وقار تھے، وفا کے پتلے، جرأت کا ایک نشان، عدل و انصاف کے بے لاگ ترازو، لطیف احساسات کے آبگینے، سب زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے بڑھ کر حلیم، غیور، ہمدرد، شفیق و مہربان، قانع، متوکل، مہمان نواز، وسیع حوصلہ، وسیع خیال، مردم شناس، ہر صاحب فضیلت کا اکرام کرنے والے، ہر تہی دست پر لطف و عنایت کی نظر رکھنے والے، صاحب لطافت و ظرافت، نجیب و نظیف، علوم ظاہری و باطنی سے پُر، ایک باکمال ادیب اور بلند پایہ شاعر، ایک ماہر فن طبیب، تجربہ کار ہومیو پیتھ، ایک عظیم مصنف، ایک بے بدل مقرر، ایک لاجواب منتظم، مؤرخ، مدبر، مفکر، عالمی سیاست کا گہرا ادراک رکھنے والے......۔

......مبالغہ کیسا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے پیارے وجود دنیا میں کم آتے ہیں۔ ذرا جاؤ اور چراغ لے کر ڈھونڈو۔ بستی بستی قریہ قریہ چھان مارو صفات حسنہ میں تمہیں ایک بھی ایسا قد آور جوان نظر نہ آئے گا۔ دنیا کو اخلاقیات کا درس دینے والے بڑے بڑے سورما تو اس کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتے۔ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام آسماں کے تلے اکیلا تھا۔ آقائے عربی کے حسن و احسان کا یہ خوشہ چین اپنے وقت کے ہر دوسرے انسان پر بازی لے گیا، احمد قادیانی کی دعاؤں کا یہ کرشمہ، حسن و احسان میں خود اسی کی نظیر، بناء اخلاقیات کا یہ بطل جلیل وقت کا رستم زماں ٹھہرا۔ اس کے جوڑ کا اور کوئی پہلوان زندگی بھر اس کے مقابل نہ آیا کیونکہ اس کے جوڑ کے کسی اور پہلوان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔......وہ تابندہ و درخشندہ خلیفہ بے مثل ستاروں کے جھرمٹ میں تھا۔ وہ جس کے اجالے کے گرد قمر الانبیاء پروانہ وار گھومتے رہے اور وہ جس کی اطاعت کا جُوا اپنے "وہ بادشاہ آیا" جس کو غلام رسول، عبدالرحیم، محمد صادق اور

(بقیہ صفحہ 8 پر ملاحظہ فرمائیں)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا پاکیزہ کردار

(مرتّبہ: نوید احمد)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش سے سینکڑوں سال قبل ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا حضرت ولدِ آدم خیر الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک عظیم الشان پیشگوئی فرمائی تھی جو حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ (مشکوۃ مجتبائی باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) یعنی حضرت عیسیٰ دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور اُن کو اولاد دی جائے گی۔ یقیناً یہ ایک نہایت اہم واقعہ تھا جو اسلام کے دورِ آخر میں وقوع پذیر ہونا تھا جس کی خبر مصدق صادق نے اپنی قوم کو دی۔ اس حدیث کی تشریح سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "آئینہ کمالات اسلام" میں یوں فرمائی ہے: قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ فَفِیْ ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُعْطِیْہِ وَلَدًا صَالِحًا یُّشَابِہُ اَبَاہُ وَلَا یَابَاہُ وَیَکُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور اُن کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔" (آئینہ کمالات اسلام)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار میں درج کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس موعود بیٹے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ "......سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے......" (اشتہار 20 فروری 1886ء)

اس مضمون میں اسی عظیم الشان بیٹے، مقدس روح اور پاک بیٹے کے پاکیزہ بچپن کے چشم دیدہ حالات و واقعات کا ذکر ہے اور یہ ان لوگوں کی گواہی ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے آپؓ کو دیکھا اور ہر آن آپ کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کیا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی چشم دید شہادت ہے کہ:

"چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت 1890ء کے اخیر میں کر لی تھی اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ان کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ہمیشہ ان کی عادت حیا اور شرافت اور صداقت اور دین کی طرف متوجہ ہونے کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دینی کاموں میں بچپن سے ہی ان کو شوق تھا۔ نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جامع مسجد میں جاتے اور خطبہ سنتے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہوگی آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔" (روزنامہ الفضل 20 جنوری 1928ء)

حضرت شیخ محمد اسماعیل سرساوی صاحبؓ کا بیان ہے:

"ہم نے اپنی آنکھوں سے آپ کے بچپن کو دیکھا اور پھر اسی بچپن میں آپ کے ایثار اور آپ کی نیکی اور تقویٰ کو خوب دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے قلب میں دین کا ایک جوش موجزن تھا اور بچپن ہی سے آپ دعاؤں میں اس قدر محو اور غرق ہوتے تھے کہ ہم تعجب سے دیکھا کرتے تھے کہ یہ جوش ہم میں کیوں نہیں؟ آپ بعض وقت دعا میں ایسے محو ہوتے تھے کہ ہم ہاتھ اٹھائے اٹھائے تھک جاتے تھے لیکن آپ کو اپنی محویت میں اس قدر بھی معلوم نہ رہتا کہ کس قدر وقت گزر گیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کے لئے ہم مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے۔ نماز مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے پڑھائی اور نماز کے بعد مولوی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی کہ "میاں آپ دعا شروع کریں" آپ نے دعا شروع فرمائی مگر آپ اس دعا میں ایسے محو ہوئے کہ آپ کو یہ خبر ہی نہ رہی کہ میرے ساتھ اور لوگ بھی دعا میں شریک ہیں۔ دعا میں جس قدر لوگ شامل تھے ان کے ہاتھ اٹھے اٹھے اس قدر تھک گئے کہ وہ شل ہونے کے قریب ہو گئے اور کئی کمزور صحت کے لوگ تو پریشان ہو گئے۔ تب مولوی محمد احسن صاحب نے جو خود بھی تھک چکے تھے دعا کے خاتمہ کے الفاظ بلند آواز میں کہنے شروع کئے جسے سن کر آپ نے دعا ختم فرمائی"۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے اپنے اس بیان میں مزید لکھا ہے کہ ہم نے بار ہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے، ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔" (الحکم 28 دسمبر 1939ء)

دعاؤں میں انہماک

حضرت مولوی شیر علی صاحب جو بچپن میں آپ کے استاد تھے فرماتے ہیں:

"ایک دن کچھ بارش ہو رہی تھی مگر زیادہ نہ تھی۔ بندہ وقت مقررہ پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیڑھیوں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے دروازہ کھولا۔ بندہ اندر آ کر برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ آپ کمرہ میں تشریف لے گئے میں نے سمجھا کہ کتاب لے کر باہر برآمدہ میں تشریف لائیں گے مگر جب آپ کے باہر تشریف لانے میں کچھ دیر ہو گئی تو میں نے اندر کی طرف دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ فرش پر سجدہ

میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ آج بارش کی وجہ سے شاید آپ سمجھتے تھے کہ میں حاضر نہیں ہوں گا اور جب میں آ گیا ہوں تو آپ کے دل میں خاکسار کے لئے دعا کی تحریک ہوئی ہے اور آپ بندہ کیلئے دعا فرما رہے ہیں۔ آپ بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے اور دعا فرماتے رہے۔'' (روزنامہ الفضل 5 نومبر 1938ء)

حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ کا بیان ہے:

''ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں کے سامنے اسلام کو زندہ کر کے دکھا۔'' (روزنامہ الفضل 16 فروری 1968ء)

فرشتوں سے تعلق

پندرہ برس کی عمر میں 1905ء میں آپ کو پہلا الہام ہوا جو عربی زبان میں تھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ''وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائیں گے ان لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے قیامت تک غالب رہیں گے۔'' (انوار العلوم جلد 17 صفحہ 580)

بچپن میں آپ کے استاد حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ نے ایک دفعہ آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی کوئی الہام ہوتا ہے یا خوابیں آتی ہیں؟ تو فرمایا: ''خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو قریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہا ہوں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں۔'' (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 33)

1907ء میں آپ کو ایک فرشتہ نے رؤیا میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سکھائی۔ فرماتے ہیں: ''یہ رؤیا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا خزانہ رکھ دیا ہے۔''

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 571)

آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اوروں کو دعا کے لئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دعا اور استخارہ کرو میں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے اردگرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہہ خانہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چن دیئے گئے ہیں اور ان پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جا رہی ہے کہ آگ لگا دیں مگر جب دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی۔ وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ میں اس سے بہت گھبرایا لیکن جب میں نے اس دروازے کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ: ''جو خدا کے بندے ہوتے ہیں ان کو کوئی آگ جلا نہیں سکتی''۔ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 154،153)

بچپن سے ہی ذہین وفہیم

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سے مروی ہے:

''حضرت صاحب علیہ السلام ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے واپس گھر تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب سے جن کی عمر اس وقت 10، 12 سال کی ہو گی پوچھا کہ میاں یاد بھی ہے کہ آج میں نے کیا تقریر کی تھی؟ میاں صاحب نے اس تقریر کو اپنی سمجھ اور حافظہ کے موافق دہرایا تو حضرت صاحبؑ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے ''خوب یاد رکھا ہے۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 111، 112)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ''تشحیذ الاذہان کا پہلا اور ابتدائی نام انجمن ہمدردان اسلام تھا جو بالکل ابتدائی ایام اور پرانے زمانہ کی یادگار ہے جبکہ سیدنا محمود بمشکل آٹھ نو برس کے تھے۔ آپ کے دینی شغف اور روحانی ارتقا کی یہ پہلی سیڑھی تھی جو حقیقتاً آپ ہی کی تحریک، خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی کھیل کود اور بچپنے کے دوسرے اشغال میں انہماک کے باوجود آپ کے دل میں خدمت دین کا ایسا جوش اور جذبہ نظر آیا کرتا تھا جس کی نظیر بڑے بوڑھوں میں بھی شاذ ہی ہوتی ہے۔ آپ کی ہر ادا میں اس کا جلوہ اور ہر حرکت میں اس کا رنگ غالب ونمایاں ہے''۔ (الحکم 7 تا 14 اکتوبر 1939ء)

علم قرآن

جلسہ سالانہ 1906ء پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے پہلی پبلک تقریر فرمائی۔ یہ پُر معارف تقریر جو آپ نے صرف سترہ برس کی عمر میں فرمائی تھی ردّ شرک میں تھی۔ اور ''چشمہ توحید'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ تقریر کیا ہے نکات اور حقائق قرآنی کا ایک خزانہ ہے۔ پہلے حصہ میں آپ نے عیسائیت کے زوال اور دین کی ترقی کی خبر دی۔ تقریر کے دوسرے حصہ میں آپ نے سورۃ لقمان کے رکوع ثانی کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی۔ اس پہلی تقریر کے وقت آپ کی کیفیت قابل شنید ہے۔ فرمایا: ''اب میں خود اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلیں اور اگر اب بھی وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے سمجھائی ہیں''۔

اس دور کی ایک دوسری یادگار تقریر وہ ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ پر کی۔ اس تقریر کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ''اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعودؑ کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس

وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی یاد تازہ ہوگئی...... جب تقریر ختم ہو چکی تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ ''میاں نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جو میرے لئے بھی نئی تھی۔'' (روزنامہ الفضل 5 نومبر 1938ء) یہ واقعہ آپ کے علم قرآن کے علاوہ آپ کی زبردست قوت بیانیہ اور فن تقریر میں درک پر بھی گہری روشنی ڈالتا ہے۔ آپ کو خدا نے سلطان البیان بنایا تھا۔

فروری 1910ء سے آپ نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دیا۔

1913ء میں آپ دن میں دو دفعہ یعنی فجر اور ظہر کی نمازوں کے بعد درس دینے لگے۔ مکرم محمد ایوب صاحب کو چند روز اس درس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ وہ لکھتے ہیں: ''اس قلیل عرصہ میں مجھ پر حضور کے عشق وفہم قرآن کریم، طہارت و تقویٰ، تعلق باللہ، اجابت دعا اور مطہر زندگی کا گہرا اثر ہوا جو کہ باوجود مرور زمانہ کے دل سے ہرگز دور نہیں ہوا۔'' (الفضل 3 دسمبر 1938ء)

انجمن ہمدردان اسلام

1897ء میں جبکہ آپ کی عمر آٹھ نو سال کی تھی، قادیان کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن ہمدردان اسلام قائم ہوئی جس کے سرپرست حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی تھے اور اس کے ساتھ ممبران میں سے ایک سرگرم ممبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ تھے۔ یہ انجمن دراصل آپ کی ہی تحریک، خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ فرماتے ہیں:

''ہماری انجمن میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت نورالدین اعظم شریک تھے۔ ہمارے آقا نامدار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نور نظر، لخت جگر نے...... تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی علم ومعرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا۔ تقریر کے خاتمہ پر حضرت نورالدین اعظم کھڑے ہوئے اور آپ نے تقریر کی بے حد تعریف کی۔ قوت بیان اور روانی کی داد دی، نکات قرآنی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے مرحبا، جزاک اللہ کہتے دعائیں دیتے نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک آپ کے ساتھ آکر رخصت فرمایا۔'' (الحکم 7 اکتوبر 1939ء صفحہ 4)

رسالہ تشحیذ الاذہان

مارچ 1906ء سے آپ کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان نکلنا شروع ہوا۔ جس نے صحافت احمدیہ میں ایک جدید طرز کی بنیاد رکھی۔ اس نے اسلام کا درد رکھنے والے نوجوانوں میں خدمت اسلام اور اشاعت اسلام کی ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ نے اس رسالہ میں ابتدا ہی سے بعض مستقل عنوان قائم کر دیئے...... یہ رسالہ دراصل انجمن تشحیذ الاذہان کا آرگن تھا اور یہ نام حضرت مسیح موعودؑ نے رکھا تھا۔ تشحیذ کے پہلے شمارہ میں آپ نے چودہ صفحات کا ایک شاندار تعارف لکھا جسے پڑھ کر حضرت خلیفہ اول مولانا حافظ نورالدین نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مبارکباد دی۔ نیز خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو خصوصیت سے اس کے پڑھنے کی ہدایت کی۔ مولوی محمد علی صاحب نے ریویو آف ریلیجنز اردو میں اس پر ریویو کیا۔ اور مضمون کا آخری حصہ درج کر کے لکھا۔ اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 61، 62)

انجمن انصاراللہ

1911ء کے اوائل میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اجازت سے دعوت الی اللہ کی غرض سے ایک انجمن انصاراللہ قائم فرمائی جس کے ممبران کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ خدمت دین کے لئے اپنے وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ لازماً دیں اور لوگوں کے لئے پاک نمونہ بنیں۔ اس انجمن کی بنا آپ نے ایک رؤیا کی وجہ سے رکھی تھی جس میں جماعت کے بہت سے احباب شامل ہوئے۔ اس انجمن نے جماعت میں داعیان الی اللہ کی ایک جمعیت تیار کر دی جس نے آئندہ چل کر جماعت احمدیہ کی ترقی اور اشاعت میں بھاری حصہ لیا۔ 1913ء میں جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کو لندن میں بطور مبلغ سلسلہ بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا تو رقم کی نایابی کی وجہ سے معاملہ ملتوی ہوتا نظر آیا۔ تب اس انجمن کا صدر محمود آگے بڑھا اور اس انجمن نے رقم جمع کر کے حضرت چوہدری صاحب کو لندن بھجوایا۔

جنوری 1914ء میں آپ نے حضور کی اجازت سے پرسوز دعاؤں کے ساتھ ہندوستان بھر میں تبلیغ دین کیلئے ایک سکیم تیار کی جس کے بعض حصے یہ تھے۔

1۔ ہندوستان کے تمام شہروں اور قصبوں میں خاص طور پر جلسے کئے جائیں۔

2۔ مختلف مقامات میں واعظ مقرر کئے جائیں۔

3۔ ہر زبان میں ٹریکٹ شائع ہوں۔

4۔ مناسب مقامات پر سکول کھولے جائیں۔

قوت تحریر

تشحیذ الاذہان میں چھپنے والے آپ کے بلند پایہ مضامین اور اس کے متعلق اپنوں اور غیروں کے تأثرات کا ذکر گزر چکا ہے۔ آپ کو تو خدا نے سلطان القلم کا مثیل بنانا تھا۔ چنانچہ آپ کی پہلی تصنیف ''صادقوں کی روشنی کو کون دور کرسکتا ہے'' 1908ء میں شائع ہوئی جبکہ آپ کی عمر صرف انیس سال تھی اور اس میں آپ نے ان مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے مفصل اور مدلل جواب دیئے جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے متعلق کئے تھے۔ جون 1913ء میں آپ نے قادیان سے ایک نیا اخبار ''الفضل'' جاری کیا جو سلسلہ کی ایک لمبی تاریخ کا راز دان ہے۔

شعر وسخن

1903ء میں آپ نے شعر وسخن کی دنیا میں قدم رکھا۔ ابتداء میں آپ شاؔد تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا عارفانہ کلام پہلی مرتبہ مئی 1913ء میں شائع ہوا۔ اپنی

شاعری کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

''میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ بلکہ میں سمجھتا ہوں ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے یا حدیثوں کی تفسیر ہے۔......اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔'' (روزنامہ الفضل 25/اکتوبر 1955ء)

سلسلہ کے انتظامی امور میں شرکت

جنوری 1906ء میں جب نظام وصیت کا نظم ونسق چلانے کیلئے صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو بھی مجلس معتمدین کے ارکان میں بطور ممبر نامزد فرمایا۔ اس حیثیت سے ابتدائی دور میں آپ کا ایک تاریخ ساز کارنامہ مدرسہ احمدیہ کو کلّی تباہی سے محفوظ رکھنا ہے۔ جب انجمن کے بعض سرکردہ ممبروں (جو بعد میں لاہوری جماعت میں شامل ہو گئے) کی خوشنما تقریروں کے نتیجہ میں مدرسہ احمدیہ بند ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اس وقت حضور کی ایک بے پناہ جذباتی مگر مدلل تقریر نے دل پھیر دیے اور یہی مدرسہ احمدیہ ہے جو جماعت کی علمی اور تربیتی درسگاہ ہے اور آج جامعہ احمدیہ کے نام سے مصروف عمل ہے۔

1910ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے مدرسہ احمدیہ کی نگرانی آپ کو سونپ دی اور آپ نے بڑے انہماک اور محنت اور حکمت اور دعاؤں کے ساتھ اس کا معیار بہت بلند کیا۔

24/جولائی 1910ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے سفر ملتان کے دوران آپ کو پہلی دفعہ امیر مقامی مقرر فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد خلافت کے آخری ایام میں آپ نے نظام قدرت ثانیہ کے قیام اور استحکام کے لئے زبردست جدوجہد فرمائی جو اپنی ذات میں ایک تفصیلی مضمون ہے۔ حضور کے ارشاد پر نمازوں کی امامت وغیرہ کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دیتے رہے۔ 13/مارچ 1914ء کو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زندگی کا آخری جمعہ پڑھایا اور اگلے دن 14/مارچ 1914ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پچیس سال کی عمر میں منصب خلافت پر فائز کر دیا۔ آپ جب خلیفہ بنے تو آپ سے بہت بڑی عمر کے لوگ موجود تھے۔ جو بظاہر زیادہ عالم اور منتظم تھے مگر خدا کی نظر انتخاب نے آپ کو چن لیا اور پورے باون سال تک آپ کے جلد جلد بڑھنے کا دنیا نے ایک حیرت انگیز مشاہدہ کیا۔

آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اوروں کو دعا کے لئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دعا اور استخارہ کرو میں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے اردگرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہہ خانہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چن دیئے گئے ہیں اور ان پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جا رہی ہے کہ آگ لگا دیں۔ مگر جب دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی۔ وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ میں اس سے بہت گھبرایا لیکن جب میں نے اس دروازے کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ: ''جو خدا کے بندے ہوتے ہیں ان کو کوئی آگ جلا نہیں سکتی''۔

حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان اور محبت

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعہ اس واقعہ کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنی زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے۔ ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک رات ہم سب صحن میں سو رہے تھے گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران میں قادیان کے قریب ہی کہیں بجلی گر گئی مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے۔ اس کڑک اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے اٹھ کر اندر چلے گئے مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اندر کی طرف جانے لگے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر رکھ دیئے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے ان پر نہ گرے بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے تو مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ بجلی سے محفوظ رہتے۔'' (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 149،150)

مزید فرماتے ہیں:

''میں علی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحبؑ کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا۔ مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتیٰ کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔'' (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 96)

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات سے مطابقت

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً۔ میں اپنی افواج کے ساتھ اچانک تیری مدد کے لئے آؤں گا۔ جس رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا اسی رات ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آج یہ الہام ہوا ہے کہ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً جب صبح ہوئی تو مفتی محمد صادق صاحب نے مجھے کہا کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو تازہ الہامات ہوئے ہوں وہ اندر سے لکھوا لاؤ''۔ مفتی صاحب نے اس ڈیوٹی پر مجھے مقرر کیا ہوا تھا اور میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تازہ الہامات آپ سے لکھوا کر مفتی صاحب کو لا کر دے دیا کرتا تھا تا کہ وہ انہیں اخبار میں شائع کر دیں۔ اس روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب الہامات لکھ کر دیئے تو جلدی میں آپ یہ الہام لکھنا بھول گئے اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً میں نے جب ان الہامات کو پڑھا تو میں شرم کی وجہ سے یہ جرأت بھی نہ کر سکتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارہ میں کچھ عرض کروں اور یہ بھی جی نہ مانتا تھا کہ جو مجھے بتایا گیا تھا اسے غلط سمجھ لوں۔ اسی حالت میں کئی دفعہ میں آپ سے عرض کرنے کے لئے دروازہ کے پاس جاتا مگر پھر لوٹ آتا۔ پھر جاتا اور پھر لوٹ آتا آخر میں نے جرأت سے کام لے کر کہہ ہی دیا کہ رات مجھے ایک فرشتہ نے بتایا تھا کہ آپ کو الہام ہوا ہے اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً۔ مگر ان الہامات میں اس کا ذکر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ الہام ہوا تھا مگر لکھتے ہوئے میں بھول گیا۔ چنانچہ کاپی کھولی تو اس میں وہ الہام بھی درج تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اس الہام کو بھی اخبار میں اشاعت کے لئے درج فرمایا۔ (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 447، 448)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر عہد

سیدنا مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''مجھے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے اپنے ایک فعل پر جو گو بچگانہ فعل تھا...... جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو چونکہ آپ کی وفات ایسے وقت میں ہوئی جب کہ ابھی بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئی تھیں اور چونکہ میں نے عین آپ کی وفات کے وقت ایک دو آدمیوں کے منہ سے یہ فقرہ سنا کہ اب کیا ہوگا۔ عبدالحکیم کی پیشگوئی کے متعلق لوگ اعتراض کریں گے، محمدی بیگم والی پیشگوئی کے متعلق لوگ اعتراض کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان باتوں کو سنتے ہی پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ میں خاموشی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاش مبارک کے پاس گیا اور سرہانے کی طرف کھڑے ہو کر میں نے خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا اے خدا میں تیرے مسیح کے سرہانے کھڑے ہو کر تیرے حضور یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی پھر گئی تو میں اُس دین اور اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے کھڑا رہوں گا جس کو تو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کیا ہے۔ میری عمر اس وقت انیس سال کی تھی اور انیس سال کی عمر میں بعض اور لوگوں نے بھی بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ مگر وہ جنہوں نے اس عمر میں شاندار کام کیے ہیں۔ وہ نہایت ہی شاذ ہوئے ہیں۔ کروڑوں میں سے کوئی ایک ایسا ہوا ہے۔ جس نے اپنی اس عمر میں کوئی شاندار کام کیا ہو۔ بلکہ اربوں میں سے کوئی ایک ایسا ہوا ہے اور مجھے فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مجھے یہ فقرہ کہنے کا موقع دیا۔'' (الفضل 10 اپریل 1938ء)

اطاعت کا جذبہ

سیدنا حضرت محمود بچپن میں ٹوپی پہنا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ عید کے روز آپ نے ٹوپی پہن رکھی تھی کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو دیکھ کر فرمایا: میاں تم نے عید کے دن بھی ٹوپی پہنی ہے۔

آپ نے اسی وقت ٹوپی اتار دی اور پگڑی باندھ لی اور کچھ عرصہ بعد ٹوپی کا استعمال ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 18، 19)

حضرت مسیح موعودؑ کی فرمانبرداری

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ فرماتے ہیں:

''آپ کو بچپن میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ کسی کے ہاتھ سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ لینا...... ابتدا میں حضور بندہ کے مکان پر پڑھنے کے لیے تشریف لاتے تھے اور وہ مکان حضرت مسیح موعودؑ کا ہی مکان تھا...... ہم غالباً تین سال اس مکان میں رہے اور اس تمام عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بندہ کے پاس پڑھنے کے لیے تشریف لاتے اور جب کبھی آپ کو پیاس لگتی تو آپ اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے جاتے اور اپنے گھر سے پانی پی کر پھر واپس تشریف لاتے۔ خواہ کیسا ہی مصفا پانی کیسے ہی صاف اور ستھرے برتن میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا آپ اسے نہ پیتے، صرف اس لیے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے آپ کو ہدایت تھی کہ کسی کے ہاتھ سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ لینا۔''

(الفضل 5 نومبر 1938ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اطاعت

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''خلافت اولیٰ کے زمانہ میں میں نے دیکھا کہ جو ادب اور احترام اور جو اطاعت اور فرمانبرداری آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی کرتے تھے اس کا نمونہ کسی اور شخص میں نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں جاتے تو آپ دو زانو ہو کر بیٹھ جاتا اور جتنا وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اسی طرح دو زانو ہی بیٹھے رہتے۔ میں نے یہ بات کسی اور صاحب میں نہیں دیکھی۔ اسی طرح آپ ہر امر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے۔ کسی امر کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا ارشاد ہوتا تو آپ اس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔'' (الحکم 28 دسمبر 1939ء جوبلی نمبر صفحہ 8)

حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ روایت کرتے ہیں:

''ایک دفعہ ہم نے سنا کہ صاحبزادہ صاحب (مراد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) بیٹ میں شکار کو آ رہے ہیں۔ ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے جو کھانا ساتھ لائے ہوئے تھے کھایا...... نماز ظہر کا وقت ہوا تو مقامی امام کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ اسی طرح عصر کے وقت بھی ہوا۔ وہاں لوگوں نے درخواست کی کہ ایک رات ہمارے پاس ٹھہریں مگر آپ نے جواب دیا کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح سے ایک ہی دن کی اجازت لے کر آیا ہوں۔ پھر کبھی آ ؤں گا تو رات ٹھہرنے کی اجازت لے کر آ ؤں گا۔ لہٰذا پھر جب آئے تو اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس بات سے ہم نے خلیفہ کی

اطاعت کا سبق سیکھا۔'' (روزنامہ الفضل 5 نومبر 2007ء)

پسرِ موعود کے بارہ میں یقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات سے چھ ماہ قبل حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس علیہ السلام کے اشتہارات پڑھ کر پتہ مل گیا کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا ''ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔''

پیر صاحب موصوف نے یہی الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو حضرت خلیفہ اول نے ان پر تحریر فرمایا ''یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں۔ نورالدین 10 ستمبر 1913ء'' (رسالہ پسر موعود صفحہ 28)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا اظہار خوشنودی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد میں نے ''صادقوں کی روشنی کو کون دُور کرسکتا ہے'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تو حضرت خلیفہ اول نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی۔ مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب حضرت مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں؟ محمد حسین صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحب نے ان کو لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تمہاری اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔'' (انوار العلوم جلد 4 صفحہ 350، 351)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی محبت کے انداز

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی وفات سے قبل اپنے فرزند میاں عبدالحیٔ کو بلایا اور جو باتیں کیں ان میں یہ بھی فرمایا: ''حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں۔ مجھے ان سے اتنی محبت تھی کہ جتنی میں نے ان کی اولاد سے کی۔ تم سے نہیں کی۔'' (حیات نور صفحہ 710)

محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے صاحبزادہ میاں عبدالحیٔ صاحب مرحوم کو فرمایا ''میاں تم سے ہمیں بہت محبت ہے۔ لیکن حضرت صاحب کی اولاد ہمیں تم سے بھی زیادہ پیاری ہے۔'' (حیات نور صفحہ 710 حاشیہ)

اس محبت کے سب سے زیادہ مورد حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب ہی ہوئے اور اس زمانہ کے واقعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔

مکرم مولانا ظہور حسین صاحب ہی کا بیان ہے کہ ''ایک دن جب حضور درس دے چکے تو مجھے فرمایا کہ تم بیٹھے رہو آپ نے ایک خط لکھا اور سادہ لفافہ میں ڈال کر فرمایا کہ میاں محمود احمد صاحب کو دے آؤ۔ میں نے وہ خط لے لیا۔ جب میں مسجد مبارک کے نیچے مسقف حصے پر پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا میں پڑھ تو لوں کہ کیا لکھا ہے۔ جب میں نے پڑھا تو میری حیرانی کی حد نہ رہی کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت میاں صاحب کو اس طرح ادب اور محبت سے مخاطب کیا ہوا تھا جس طرح کسی بڑے بزرگ کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ اوہو! حضرت میاں صاحب کا اتنا بڑا مقام ہے۔ اس خط کا یہ مضمون تھا کہ بازار میں بعض احمدیوں کے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے۔'' (حیات نور صفحہ 601، 602)

جون 1912ء کو احمدیہ بلڈنگ لاہور میں فرمایا:

''مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے...... میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے...... اور ایسا فرمانبردار ہے کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔'' (بدر 4/ جولائی 1912ء صفحہ 7)

بقیہ صفحہ ۳: درس القرآن

ہوئے آنحضرت ﷺ نے اپنی ہتھیلی کو زمین کے ساتھ لگا دیا۔ اس کو میں اس طرح بلند کروں گا اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی ہتھیلی کو آسمان کی طرف اونچا کرنا شروع کیا اور بہت بلند کر دیا یعنی جو عاجزی اختیار کرے اور زمین کے ساتھ لگ جائے اس کو خدا تعالیٰ خود بلند کرتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند العشر المبشرین بالجنة)

اب ایسے لوگ جن کو اپنی بڑائی بیان کر کے اپنے مقام کا اظہار کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے ان کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ بلند مقام عاجزی سے ہی ملتا ہے۔ اچھا باغبان یا مالک ہو باغ کا وہ ہمیشہ درخت کی اُس شاخ کی قدر کرتا ہے۔ جو پھلوں سے لدی ہو اور زمین کے ساتھ لگی ہو۔ اسی طرح مالک ارض و سما اس سر کی قدر کرتا ہے جو زمین کی طرف جھکتا ہے۔ عاجزی کے مقابلے پہ فخر، غرور اور تکبّر ہی ہے یعنی اس کا الٹ، تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ شرک کے بعد تکبّر جیسی کوئی بلا نہیں۔ اگر غور کریں تو تکبّر ہی آہستہ آہستہ شرک کی طرف بھی لے کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہمیشہ عاجزانہ راہوں پر چلائے۔

(خطبہ جمعہ 2 جنوری 2004ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر اعتراض کا جواب

(ہادی علی چودھری)

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک زوجہ مطہّر سے بصیغۂ راز کوئی بات بیان کی مگر اس زوجہ مطہرہ نے وہ آگے بیان کردی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيْثاً فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ. إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيْرٌ (التحریم:۴،۵)

ترجمہ: اور جب نبیؐ نے اپنی بیویوں میں سے کسی سے بصیغۂ راز ایک بات کہی۔ پھر جب اس نے وہ بات (آگے) بتادی اور اللہ نے اس (یعنی نبیؐ) پر وہ (معاملہ) ظاہر کردیا تو اس نے کچھ حصہ سے تو اس (بیوی) کو آگاہ کردیا اور کچھ سے چشم پوشی کی۔ پس جب اس نے اس (بیوی) کو اس کی خبر دی تو اس نے پوچھا کہ آپؐ کو کس نے بتایا ہے؟ تو اس نے کہا کہ علیم وخبیر نے مجھے بتایا ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توجہ کرتے ہوئے جھکو تو (یہی زیبا ہے کیونکہ) تم دونوں کے دل پہلے ہی (اللہ تعالیٰ کی طرف) جھکے ہوئے ہیں۔ اور اگر تم دونوں اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ ہی اس کا مولیٰ ہے اور جبرائیل بھی اور مومنوں میں سے ہر صالح شخص بھی اور مزید برآں فرشتے بھی اس کے پشت پناہ ہیں۔

اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔ بدقسمتی سے بعض تاریخ دانوں اور مفسّروں نے آیتِ تحریم اور اس آیت کے نزول کا کوئی سبب قرار دینے کے لئے حضرت ماریہؓ سے متعلق ایک جعلی، جھوٹا اور بیہودہ واقعہ تحریر کیا ہے۔ (تفسیر طبری و دیگر زیر آیات مذکورہ بالا)

اسی خود ساختہ واقعہ کو پھر مستشرقین نے خوب ہاتھ آگے بڑھا کر لیا ہے اور اسے ہی ان آیات کے نزول کی اصل وجہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سے مراد شہد والا واقعہ لیا ہے لیکن شہد والے اس واقعہ کا تو سب کو علم تھا۔ نیز اس میں راز کی کوئی ایسی گہری بات بھی نہیں تھی کہ جس کا عند اللہ اخفاء غیر معمولی حیثیت رکھتا تھا۔ اس آیت کے نیچے شہد والے واقعہ کو تحریر کرنے سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تو اس معاملہ کو ''سِرّ'' قرار دے رہا ہے مگر لوگ اسے کھلی کھلی چیز ظاہر کر رہے ہیں۔ یعنی جب خدا تعالیٰ نے اس کے افشاء کے سامان نہیں فرمائے تو کوئی کس طرح جان سکتا ہے کہ وہ کیا بات تھی۔

بعض مفسّرین ومؤرّخین نے اور واقعات کو بھی اس آیت کا شانِ نزول بتایا ہے۔ لیکن وہ واقعہ جو حضرت ماریہؓ سے متعلق تراشا گیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی لونڈی حضرت ماریہؓ سے خلوت کی اور پھر یہ بات ایک بیوی سے وعدہ لے کر اسے بتادی اور یہ بات پھیل گئی۔

اوّل تو یہ واقعہ قطعی طور پر جھوٹا ہے۔ دوسرے ظلم یہ ہے کہ بعض مفسّرین و مؤرّخین نے اسے انتہائی نامعقول اور بیہودہ رنگ میں درج کیا ہے۔ اور پھر مستشرقین نے اس پر مزید حاشیہ آرائی کر کے سیّد المطہّرین ﷺ کی پاک سیرت اور مطہّر ذات پر داغ لگانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ سر ولیم میور نے اس جعلی اور جھوٹے واقعہ کی زیادہ تفصیلات لکھی ہیں اور مارگولیس نے گو اسے اختصار کے ساتھ لیا ہے مگر اسے ہدفِ تشنیع بنایا ہے۔ ان کے مندرجات کے بنیادی نقوش یہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''نبی کی زندگی میں ایسا واقعہ بھی رونما ہوا جس کو سیرت وسوانح نگار بڑی خاموشی کے ساتھ نظر انداز کر گئے ہیں۔ میں بھی ان کی اتباع میں ایسا ہی کرتا اگر خود قرآنِ کریم اس کا ذکر نہ کرتا اور اس کے وقوع پر مہرِ تصدیق ثبت نہ کرتا''۔

وہ یہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ماریہؓ Slave Girl یعنی لونڈی تھی۔ ازواجؓ کو ماریہؓ سے حسد تھا۔ ایک دفعہ حفصہؓ اپنے والد (حضرت عمرؓ) سے ملنے گئی مگر غیر متوقع طور پر واپس آگئی۔ اپنے گھر پہنچی تو کیا دیکھا کہ محمد (ﷺ) اس کے کمرہ میں ماریہؓ کے ساتھ ہیں۔ وہ اس پر غضبناک ہوگئی اور یہ واقعہ اپنی دیگر ساتھیوں (ازواج النبیؐ) سے بیان کرنے کی دھمکی دی۔ محمد (ﷺ) اس کی تشہیر کے خوف سے حفصہؓ سے ملتجی ہوئے کہ وہ اسے مخفی رکھے اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ ماریہؓ کے ساتھ تعلق نہیں رکھیں گے۔ حفصہؓ نے اس کی پرواہ نہ کی اور بات عائشہؓ کو بتادی۔ جس نے اس کہانی کو چارسُو مشہور کردیا۔ چنانچہ محمد (ﷺ) کو اپنی بیویوں کی طرف سے انتہائی سردمہری کا سامنا ہوا۔

پھر مزید یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ زینبؓ کے معاملہ میں ایک آسمانی پیغام نازل کیا گیا جس کے تحت ماریہؓ سے علیحدگی کے وعدہ کو منقطع کردیا گیا۔ اس معاملہ کی سرغنہ (یعنی حضرت حفصہؓ) کو تنبیہہ کرتے ہوئے سب ازواج کو طلاق کی دھمکی دی گئی اور عملاً اپنی ازواج کے اس معاشرہ سے الگ ہو کر نبی (اکرم ﷺ) نے پورا مہینہ ماریہؓ کے ساتھ گزارا۔

ابوبکرؓ اور عمرؓ کو ایک معمولی لونڈی کی خاطر ان کی بیٹیوں کی بیوفائی کے باعث شرمندہ کیا گیا۔ آخرکار اپنی بیویوں کی خفّت کو طوالت نہ دینے اور اپنے ہجر پر مزید صبر نہ کرنے پر ان کی دعاؤں کی قبولیت پر جبریلؑ نے یہ پیغام دیا کہ اس معاملہ کی سرغنہ حفصہؓ کو واپس لے لیا جائے۔ اس پر سب ازواج کو معاف کردیا گیا اور آپؐ حسبِ سابق ان کے حجروں میں جانے لگے۔

اس کے بعد سر ولیم میور نے سورۃ التحریم کی مذکورہ بالا آیات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان پر بڑی عیّاری کے ساتھ یہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان بے ڈھنگے واقعات

اور بے تکے حالات کے باوجود حیرت ہے کہ ابھی تک یہ ''مشرق کی مقدس کتاب'' (قرآن کریم) اس دور میں بھی مسلمان خلوت وجلوت میں پڑھتے ہیں اور اس کے باوجود وہ نبی (اکرم ﷺ) اور آپ کی وحی کے متعلق ان کی سوچ کسی معقول حد تک مجروح نہیں ہوتی۔

اس کے بعد سرولیم میور نے ابراہیمؑ کو ماریہؓ سے دیگر ازواجؓ کے حسد کا موجب قرار دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی امیدوں کی آماجگاہ بتا کر آپ کی اس سے غیر معمولی محبت کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کی وفات اور اس کی تجہیز وتکفین نیز اس موقع پر آپ کے غم اور درد نیز آپ کے رونے اور طبعی اظہارِ غم وغیرہ کا اس طرح ذکر کیا کہ جیسے آپ کی تمناؤں کا مکمل خون ہوگیا ہو۔'' (لائف آف محمد صفحہ 411 تا 416)

سرولیم میور کے مندرجات سے یہ قطعی طور پر ظاہر ہوتا ہے یہ اس کی سراسر اسلام دشمنی اور نبی کریم ﷺ کے خلاف بغض پر مبنی ہے۔ اگر کوئی منصف مزاج انسان اپنے تعصب سے الگ ہو کر سوچے اور ذیل میں درج شدہ باتوں پر غور کرے تو ناممکن ہے کہ وہ سیّد المطہرین ﷺ کے خلاف ایسی بیہودہ باتوں پر یقین کرنے کے لئے تیار ہو۔

۱: سرولیم میور کی لاعلمی اور جہالت کا اندازہ اس بات سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ حضرت ماریہؓ کا ذکر قرآن کریم میں ہے، بالبداہت غلط ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ماریہؓ کا اشارۃً بھی کوئی ذکر نہیں۔ جب حضرت ماریہؓ کا ذکر کسی رنگ میں بھی قرآن کریم میں نہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اس مذکورہ بالا جعلی قصہ کے حوالہ سے ذکر ہو۔ بلکہ اس قصہ کے ساتھ آپ کا ذکر تو کسی صحیح حدیث میں بھی موجود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے ایک بیہودہ قصہ تراشا گیا ہے جس کو بعض کتبِ تفسیر وتواریخ نے ناحق طور پر تحریر کیا اور مستشرقین نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ یہ ایک شرمناک اختراع ہے۔

۲: دوسری بات جو اس نے لکھی ہے کہ حضرت ماریہؓ لونڈی تھیں، یہ بھی بالبداہت غلط ہے۔ جیسا 7ھ کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ماریہؓ آنحضرت ﷺ کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔ آپ کو نہ شاہِ مصر نے لونڈی کے طور پر بھجوایا تھا، نہ آنحضرت ﷺ کے پاس وہ لونڈی کے طور پر آئیں اور نہ ہی آنحضور ﷺ کا اُن سے سلوک لونڈیوں والا تھا۔ بلکہ آپ نے شروع سے ہی انہیں پردہ کروایا تھا اور ان سے اسلامی دستور کے مطابق آزاد عورت کی طرح شادی کی تھی۔ تاریخ کی واضح اور ٹھوس شہادتوں کے ہوتے ہوئے آپؓ کو لونڈی یا Slave Girl قرار دینا صحیح نہیں۔

۳: مستند تاریخی حقائق یہ ہیں کہ حضرت ماریہؓ 7ھ میں حرمِ نبوی میں داخل ہوئیں۔ ابتداء میں آپ کی رہائش کا عارضی انتظام مسجد نبوی کے قریب ہی حضرت حارثہ النعمانؓ کے ایک مکان میں کیا گیا اور پھر جلد ہی العالیہ میں آپؓ کی مستقل رہائش ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش بھی وہیں ہوئی۔ (ابنِ سعد) آنحضرت جس طرح دیگر ازواج مطہرات سے روزانہ باری باری ملنے تشریف لے جاتے تھے، اسی طرح حضرت ماریہؓ سے بھی ملنے جاتے تھے۔ اس لئے انہیں اس دُور کے محلّہ سے حضرت حفصہؓ کے حجرہ میں لانے کا نہ کوئی مقصد نظر آتا تھا نہ ہی کوئی وجہ۔ ایک بے بنیاد اور جھوٹا قصہ جو مستشرقین نے کتبِ تاریخ اور تفاسیر سے لے لیا ہے اور اسی کو بغیر سوچے سمجھے پیٹتے چلے گئے ہیں۔

۴: حضرت ماریہؓ کی وجہ سے ازواج مطہرات کی طرف سے سردمہری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کی کسی ایک شادی پر کبھی کسی زوجۂ مطہرہ نے اعتراض نہیں کیا۔ بعض تاریخوں اور تفسیروں نے جو بعض قصے لکھے ہیں، قطعی طور پر بے بنیاد اور جھوٹے ہیں۔ چونکہ یہ بات حضرت حفصہؓ کے حوالہ سے کی گئی ہے۔ اس لئے حضرت حفصہؓ کے حوالہ سے ہی حالات کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جب حرمِ نبوی میں آئیں تو آپ سے پہلے بھی دو ازواج موجود تھیں اور ان میں سے حضرت عائشہؓ وہ تھیں جو جملہ خوبیوں کی وجہ سے آقا کے قرب میں ان سے مقدم تھیں۔ ان سے شادی کے بعد مزید چھ سات ازواج کے اضافہ کے بعد حضرت ماریہؓ آنحضرت ﷺ کے عقد میں آئیں۔ اگر حضرت حفصہؓ کو درمیان میں اتنی ازواج سے خلوت پر کوئی اعتراض نہ تھا تو ایک ماریہؓ سے انہیں کیوں انقباض ہوسکتا تھا۔ حضرت ماریہؓ کے بارہ میں اگر کسی کو اعتراض ہوتا تو اس وقت ہوتا جب آپؓ 7ھ میں حرمِ نبوی میں داخل ہو رہی تھیں۔ دو سال گزرنے کے بعد اعتراض چہ معنیٰ دارد؟ یہ ماحول ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ قصہ ہی جعلی اور جھوٹا ہے۔

۵: اگر آنحضرت ﷺ نے حضرت ماریہؓ سے تعلق منقطع کر لیا تھا تو اس کو دوسروں سے چھپا کر ایک زوجہ کو بتانے کی ضرورت کیا تھی۔ نیز یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ بھی دوسروں کو نہ بتائے۔ حضرت ماریہؓ آپ کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔ ان سے آپ کا ازدواجی تعلق کیونکر معیوب ہوسکتا تھا۔ اس لئے اس تعلق کے انقطاع کی بات ہی بالکل جھوٹی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسی نامعقول اور بے تکی باتیں کرتے ہوئے ان ''مؤرخین'' کو اپنی تاریخ دانی کا بھی ذرّہ بھر خیال نہیں رہتا۔ پھر اس پر مستزاد یہ لکھتے ہیں کہ:

''ان بے ڈھنگے واقعات اور بے تکے حالات کے باوجود حیرت ہے کہ ابھی تک یہ ''مشرق کی مقدس کتاب'' (قرآن کریم) اس دور میں بھی مسلمان خلوت وجلوت میں پڑھتے ہیں اور اس کے باوجود وہ نبی (اکرم ﷺ) اور آپ کی وحی کے متعلق ان کی سوچ کسی معقول حد تک مجروح نہیں ہوتی۔''

اصل بات یہ ہے کہ جب یہ لوگ ایسی جھوٹی اور بے تکی باتیں دنیا کے سب سے مقدس انسان کی طرف منسوب کرتے ہیں تو مومنوں کے سامنے ان کا بدباطن ظاہر ہونا قدرتی امر ہے۔ ان کے ایسے ہی جھوٹے حملوں کی وجہ سے مومنوں کا خدا کے مقدس نبی ﷺ پر ایمان مزید تقویّت پاتا ہے۔

۶: شہد سے متعلق حضرت زینبؓ والا واقعہ بالکل ایک الگ واقعہ تھا جس کا حضرت ماریہؓ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر اس کو اس کے ساتھ منسلک کرنا مستشرقین کی خبیثانہ ذہنیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب حضرت ماریہؓ کی طرف منسوبہ واقعہ بھی جعلی اور جھوٹا ہے تو اس کے ساتھ اس کے تعلق کی بات ہی سرے سے بے بنیاد اور جھوٹی ہے۔

۷: آنحضرت ﷺ نے ازواجؓ کو کسی رنگ میں بھی طلاق کی دھمکی نہیں دی۔ آپؐ ایسے مغلوب الغضب نہ تھے کہ دھمکیوں پر اتر آتے تھے۔ آپؐ کی شادیاں، جیسا کہ پہلے ثابت کیا گیا ہے، الٰہی منشاء کے تحت تھیں۔ ان کے توڑنے کا حکم ہوتا تو آپؐ اس کی تعمیل کرتے، دھمکیاں نہ دیتے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے اسی مقام اور اختیار کر ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

عَسَى رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجاً خَيْراً مِّنكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَاراً۔ (التحریم: ٦)

کہ اس کے ربّ کے لئے بالکل ممکن ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو وہ تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں لے آئے۔

یہ آیت انہی آیات میں سے ہے جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس ایک ماہ علیحدگی کے بعد نازل ہوئیں۔ جن کی وجہ سے یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی قسم اور علیحدگی وغیرہ کو ختم کیا۔ پس رجوع کے بعد دھمکی کی نہ کوئی وجہ تھی، نہ ضرورت۔ اگر دھمکی دی جاتی تو ایک ماہ کی علیحدگی سے پہلے دی جاتی۔ نیز خود انہی لوگوں کے اقرار کے مطابق اس رجوع کے بعد آپؐ نے خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ازواج کو اختیار دیا تھا اور فیصلہ انہی پر چھوڑا تھا۔ اس اختیار کو دھمکی قرار دینا درست نہیں۔

۸: میور صاحب کا یہ کہنا کہ ازواج سے الگ ہو کر آنحضرت ﷺ نے سارا مہینہ حضرت ماریہؓ کے ساتھ گزارا، ایسا واضح اور کھلا کھلا جھوٹ ہے جو انہوں نے دیدہ ودانستہ اختیار کیا ہے۔

حضرت ماریہؓ آپؐ کی زوجہ تھیں۔ ان کے ساتھ آپؐ کی معاشرت دیگر ازواج کی طرح تھی۔ آپؐ نے ان کے ساتھ کبھی بھی ایک مہینہ الگ نہیں گزارا۔ بلکہ کسی زوجہ کے ساتھ بھی الگ ایک ماہ نہیں گزارا سوائے اپنی آخری بیماری کے چند ایام کے جو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ گزارے تھے۔ لیکن جس تعلق میں میور صاحب نے یہ بات کی ہے وہ اسی ایک ماہ کے ہجر کی ہے۔ آپؐ اس ہجر میں اکیلے تھے اور جس جگہ آپؐ مقیم تھے وہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے اوپر بالا خانہ تھا۔ جہاں آپؐ کے ساتھ آپؐ کے ربّ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ میور صاحب کا سفید جھوٹ کھولنے کے لئے یہی کافی ہے کہ خود ان کا اپنا اقرار ہے کہ آپؐ نے حفصہؓ کے سامنے ماریہؓ سے تعلق قطع کرنے کی قسم کھائی تھی اور انہیں یہ تاکید بھی کی تھی کہ وہ یہ بات کسی اور کو نہ بتائیں۔ اس کے بعد ماریہؓ کے ساتھ مسلسل ایک ماہ رہنے کی میور صاحب کی اختراع صرف ان کے بغض اور تعصب کی دلیل ہے۔

۹: کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں اور نہ ہی قرآن کریم میں کسی جگہ اشارۃً بھی اس کا ذکر ہے کہ جبریلؑ نے آنحضرت ﷺ کو پیغام دیا تھا کہ آپؐ حضرت حفصہؓ کو واپس لے لیں۔ یہ لوگ ایک جھوٹا قصہ تراش کر پھر اس کی تفصیلات میں بار بار جھوٹ بولتے چلے گئے ہیں اور انہیں کسی جگہ بھی شرم نہیں آئی۔ یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ماہ کے لئے تخلیہ کیا تھا اور مہینہ پورا ہونے پر آپؐ واپس ازواج کے پاس تشریف لے آئے تھے۔ اس تخلیہ میں طلاق وغیرہ کی کوئی صورت نہیں تھی۔

۱۰: حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ایک لونڈی کی وجہ سے شرمندگی کیونکر اٹھانی پڑی۔ کیونکہ اوّل تو حضرت ماریہؓ لونڈی نہیں تھیں، آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ دوم یہ کہ ان کو شرمندگی کس بات پر ہو سکتی تھی؟ حضرت ماریہؓ کا تو اس ہجر والے واقعہ سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔ بعض روایت کرنے والوں نے ان کے ذکر کو خوانخواہ اس سے منسلک کر دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ دونوں عشقِ رسول ﷺ میں فدائیت و جانثاری کا ایسا بلند مقام رکھتے تھے کہ مستشرقین اس کی ہوا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ان کی فدائیت کی ادنیٰ سی جھلک کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جو پیغام بھیجا اس میں قسم کھائی: ''اگر حفصہؓ سے کوئی تکلیف آپ کو پہنچی ہے تو اجازت دیں کہ میں اس کا سر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دوں''۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سونتی ہوئی برہنہ تلواروں کی طرح تھے۔ ان کو کسی کے رویّہ سے کیا خفت ہو سکتی تھی۔ اور پھر میور صاحب کو ان کی شرمندگی کا بہت خیال آ رہا ہے۔ یا للعجب !!!

حضرت ماریہؓ والے قصہ کا تتبّع

تاریخ وسِیَر کی بعض کتب مثلاً واقدی، سیرت الحلبیہ، ابن سعد وغیرہ نے آنحضرت ﷺ کے اس تخلیہ کی وجہ کے طور پر ایک جعلی قصہ بھی پیش کیا ہے۔ جس کا محور حضرت ماریہؓ کو بنایا گیا ہے۔ گزشتہ سطور میں جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے مستشرقین نے اس جعلی قصہ کو اپنی شوخیوں کی بنیاد بنایا ہے۔ اور پھر اس کی تفصیلات کو انتہائی نامعقول طرز پر بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک قطعی جھوٹا واقعہ ہے جو صحاح ستّہ کی کسی روایت میں مذکور نہیں۔ یہ قصہ روایات کے پہلے اور دوسرے درجہ کی کتب میں بھی موجود نہیں بلکہ تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب سے لیا گیا ہے، جن میں ہر طرح کا رطب و یابس جمع کر دیا گیا ہے۔ اس سے اس قصہ کی حیثیت کا علم ہو جاتا ہے۔ کتبِ تاریخ میں یہ واقعات بعد میں داخل کئے گئے ہیں۔ ان کا تذکرہ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ اور امام نوویؒ نے اپنی شروح بخاری و مسلم میں انہی آیات کی ذیل میں کیا ہے۔ ان کی تفصیلی بحثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ

ایک روایت میں جس کے راوی مسروق ہیں، لکھا ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے حفصہ کے سامنے قسم کھائی کہ آپؐ اپنی لونڈی کے قریب نہیں جائیں گے''۔ اس روایت کو امام ابن حجرؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن اس میں مسروق راوی تابعی ہیں۔ وہ یہ نہیں بتاتے کہ انہوں نے یہ بات کس سے سنی۔ یعنی ان سے آگے سند میں صحابی موجود نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے سلسلہ روایت آنحضرت ﷺ تک نہیں پہنچتا۔

ایسی روایت منقطع کہلاتی ہے جس میں ماضی کے واقعہ کا ذکر ہو تو اس کو فنِ روایت کے مطابق ردّ کیا جاتا ہے۔ اس روایت کو تفسیر ابنِ کثیر میں ایک اور طریق سے صحیح قرار دیا گیا ہے لیکن فنِ روایت کے ماہرین نے اس کی سند میں بھی راوی عبدالملک رقاشی کو کثیر الخطاء ثابت کیا ہے۔ طبرانی میں ابنِ عباسؓ سے روایت درج

ہے کہ ''حضرت حفصہؓ اپنے گھر گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت ماریہؓ کے ساتھ ہم بستر ہیں۔ چنانچہ وہ آپؐ پر برہم ہوئیں''۔

اس روایت پر تفصیلی بحث کے بعد علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ ماریہؓ کا واقعہ کسی صحیح طریق سے مروی نہیں اور امام نوویؒ نے ثابت کیا ہے کہ اس معاملہ میں ماریہؓ کے متعلق کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔

(شرح بخاری از علامہ عینیؒ بخاری کتاب النکاح باب موعظة الرجل ابنتهٔ لحل زوجها)

یعنی یہ روایت حضرت ابنِ عباسؓ کی طرف جھوٹے طور پر منسوب کی گئی ہے۔

جہاں تک درایت کے اعتبار سے ان روایات کی حیثیت کا تعلق ہے تو وہ اوپر کی سطور میں تفصیلاً بیان کر دی گئی ہے۔ اس بحث کی رو سے حضرت ماریہؓ سے متعلق قصہ کے جھوٹے اور جعلی ہونے میں شک کی ایک ذرّہ بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس آیت میں ''وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ'' میں جو دونوں کے ایکا کرنے کا ذکر ہے، کوئی معمولی معاملہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ، جبریل، صالح مؤمنین اور فرشتوں کی مدد موجود ہوگی۔

اس غیر معمولی معاملہ کو معمولی گھریلو امور پر چسپاں کرنا مناسب نہیں۔ گزشتہ سطور میں وہ شواہد بھی پیش کئے گئے ہیں جو بتاتے ہیں کہ مدینہ میں منافقین کا گروہ پوری مستعدی کے ساتھ مصروفِ عمل تھا۔ چونکہ امکان تھا کہ گھر میں رونما ہونے والے شہد وغیرہ کی طرح کے معمولی واقعات ان کی سازشوں کے لئے یہ تقویت کا موجب بن جاتے۔ اسی طرح ان ازواج کے اس ایکے سے منافقین فائدہ اٹھاتے اور موقع کو غنیمت جان کر کوئی اور بڑی سازش تیار کر لیتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے قلع قمع کے لئے اللہ، جبریل، صالح مؤمنین اور فرشتوں کی مدد موجود تھی۔

بہرحال یہ سب قیافے ہیں اور قیاس آرائیاں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں معاملہ جو بھی تھا وہ بہت اہم معاملہ تھا جس کے لئے آنحضرت ﷺ نے ایک ماہ کا تخلیہ فرمایا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے اس معاملہ کو نہ خود کہیں کھولا ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے اس کی بابت کچھ بیان فرمایا۔ اس لئے اس کی بابت جو بھی خیال کیا جائے وہ محض قیاس آرائی تک ہی محدود رہے گا۔

نیا سال اور لیلۃ القدر کے حصول کی دعا

(ڈاکٹر طارق احمد مرزا)

''آپ کو نیا سال مبارک ہو!''۔ یہ فقرہ عموماً ہر نئے سال کے آغاز پر لوگ ایک دوسرے کو اظہارِ تہنیت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ سوال یہ کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو سالِ نو میں قدم رکھتے ہوئے سنجیدگی اور اخلاص سے یہ بھی سوچتے ہیں کہ نئے سال کو اپنے اور دوسروں کے لئے حقیقتاً کیسے مبارک بنایا جاسکتا ہے۔

1967ء کا سال ایک ایسا سال تھا جس کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا تھا۔30 دسمبر 1966ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے سالِ نو کے استقبال کے ضمن میں ایک نہایت ہی پیاری اور لطیف دعا کے لئے احبابِ جماعت کو تحریک اور نصیحت کی تھی۔ آج جب کہ ہم سال 2009ء کو الوداع کہہ کر نئے سال میں داخل ہو چکے ہیں مناسب ہوگا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم اس نئے سال کو اپنے اور دوسروں کے لئے مبارک بنانے کا عزم کریں اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے کوشش کریں جو ہر مومن کا مدعا اور مقصود ہونا چاہئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میری توجہ اس طرف بھی پھیری کہ یہ وہ سال ہے کہ جو رمضان کے مہینہ میں ختم ہو رہا ہے اور رمضان کے مہینہ سے ہی نیا سال شروع ہو رہا ہے تو اس میں شاید اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ تمہاری قربانیوں کا زمانہ..... مسلسل چلنے والا ہے کہ ایک سال اپنی قربانیوں پر ختم ہو رہا ہے اور دوسرا سال اپنی قربانیوں سے شروع ہو رہا ہے۔ لیکن اس میں خوشی بات یہ ہے کہ جن قربانیوں سے ہمارا سال شروع ہو رہا ہے یہ وہ قربانیاں ہیں جن میں رمضان کا آخری عشرہ بھی ہے جس میں لیلۃ القدر پائی جاتی ہے۔ تو خدا کرے کہ نیا سال جو ہم پہ چڑھ رہا ہے وہ ہمارے لئے لیلۃ القدر لانے بھی موجب بنے.....''

اس لیلۃ القدر کا ایک نقشہ آپ نے ان الفاظ میں فرمایا:

''ایسے وہ وعدے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں دیئے گئے (غلبہ اسلام کے وعدے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت تمام بنی نوع انسان کے دلوں میں پیدا ہونے کے وعدے اور توحید خالص کے قیام کے وعدے) ان وعدوں کے پورا ہونے کا، ان وعدوں کے متعلق قضاء وقدر کے نزول کا زمانہ، خدا کرے اس نئے سال سے شروع ہو جائے ..... خدا کرے کہ خدا کے فضل سے ایسا ہو ورنہ ہم انفرادی طور پر اور جماعتی لحاظ سے بھی بڑے کمزور ہیں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 دسمبر 1966ء خطباتِ ناصر جلد اوّل)

انفرادی اور اجتماعی کمزوری کا یہ ذکر ہماری توجہ لیلۃ القدر کے اُن پہلوؤں کی طرف مبذول کراتا ہے جن کی نشاندہی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سورۃ القدر کی تفسیر، احادیث نبویہ اور صلحائے امت کی روایات میں پایا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

''ہر مومن پر روحانیت کی بلوغت کا زمانہ آتا ہے..... جس رات میں بھی کسی مومن کی نسبت اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اب سے یہ ہمارا قطعی جنتی بندہ ہے وہی اس کی لیلۃ القدر ہے۔ اور اس کے لئے رمضان کی کوئی شرط نہیں سارے سال میں کسی وقت کسی کی لیلۃ القدر آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہے اور اُس کی یہ دونوں صفات ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ پس ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کے معین اوقات کے علاوہ کوئی اور سلسلہ بھی اس کے فضلوں ہوتا جو ہر وقت اور ہر لحظہ ظاہر ہوتا رہتا اور یہ انفرادی فضلوں کا ہی سلسلہ ہے کسی مومن بندہ کی لیلۃ القدر کسی دن آجاتی ہے کسی کی کسی دن۔ اور اس طرح روزانہ سارے سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل اُس کے نیک بندوں پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ پھر سال میں ایک دفعہ قرآن کریم کے نزول کی یاد میں ساری امت پر ایک ہی رات رمضان کے آخری عشرہ میں اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے اور وہ لیلۃ القدر کبریٰ ہوتی ہے''۔ (تفسیر کبیر صفحہ 328)

اگرچہ سال 2010ء کا آغاز رمضان میں تو نہیں ہو رہا مگر جب انفرادی لیلۃ القدر سارے سال میں کسی وقت بھی آسکتی ہے تو کیوں نہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ہم ایک بار پھر اس سال کا استقبال اس دعا سے کریں کہ:

''خدا کرے کہ نیا سال جو ہم پر چڑھ رہا ہے وہ ہمارے لئے لیلۃ القدر لانے کا موجب بنے''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سال 2010ء میں رمضان المبارک بھی آئے گا مگر زندگی کا نہ اعتبار ہے اور نہ ہمیں اس پر کوئی اختیار پھر کیوں نہ اس کے لئے ابھی سے کوشش شروع کی جائے۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے وقت کے ساتھ گھٹتی ہوئی زندگی کے اس فلسفہ کو سمجھاتے ہوئے ایک نہایت ہی لطیف مثال برف کے ٹکڑے کی دی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''یہ زندگی..... برف کے ٹکڑہ کی طرح ہے خواہ اس کو کیسے ہی صندوقوں اور کپڑوں میں لپیٹ کر رکھو لیکن وہ پگھلتی ہی جاتی ہے۔ اس طرح پر خواہ زندگی کے قائم رکھنے کی کچھ بھی تدبیریں کی جاویں لیکن یہ سچی بات ہے کہ وہ ختم ہوتی جاتی ہے اور روز بروز کچھ نہ کچھ فرق آتا ہی جاتا ہے..... ہر ایک نیا دن موت کے زیادہ قریب کرتا چلا جاتا ہے''۔ (ملفوظات جلد سوئم)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس موضوع پر اپنے عید الفطر فرمودہ 24 جنوری 1904ء میں روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''ہر ایک مہینہ جو چڑھتا ہے وہ انسان کی بہتری کے لئے آتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ نئے چاند کو دیکھ کر اپنی عمر رفتہ پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ میری عمر میں سے ایک ماہ اور کم ہو گیا ہے اور نہیں معلوم کہ آئندہ چاند تک میری زندگی ہے یا نہیں۔ پس جس قدر ہو سکے وہ خیر اور نیکی کے بجالانے میں اور اعمالِ صالحہ کرنے میں دل وجان

سے کوشش کرے اور سمجھے کی میری زندگی کی مثال برف کی تجارت کی مانند ہے۔ برف چونکہ پگھلتی رہتی ہے اور اس کا وزن کم ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کے تاجر کو بڑی ہوشیاری سے کام کرنا پڑتا ہے اور اس کی حفاظت کا وہ خاص اہتمام کرتا ہے۔ ایسے ہی انسان کی زندگی کا حال ہے کہ اس میں سے ہر وقت کچھ نہ کچھ کم ہوتو ہی رہتا ہے اور اس کا تاجر یعنی انسان ہر وقت خسارہ میں ہے...... نیا چاند تمہیں سمجھاتا ہے کہ وقت گذر گیا ہے اور تھوڑا باقی ہے، اب بھی کچھ کرلو''۔ (خطباتِ نور)

حضرت خلیفۃ المسیح الربع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 26/دسمبر 1986ء میں بڑی تفصیل کے ساتھ سالِ نو کی آمد کے حوالہ سے ہدایات دیں اور فرمایا کہ کہ سال کے آخر پر انسان سوچتا ہے کہ میری عمر کا یاک معیّن حصہ ختم ہو رہا ہے اور اسی قسم کا ایک معیّن حصہ سامنے کھڑا ہے اور اگرہ اس حصہ میں قدم رکھیں گے تو کیا ہوگا۔ ہمیں یہ سال ختم کس طرح کرنا چاہئے اور آئندہ زندگی کا آغاز کیسے کرنا چاہئے۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے قیام کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اجتماعی جائزوں اور انفرادی محاسبوں کی ضرورت ہے۔ فرمایا: ''جہاں تک اجتماعی جائزوں کا تعلق ہے آج سے لے کر سال کے آخر تک ساری دنیا میں مجالس عاملہ اس معاملہ پر غور کریں کہ ہم نے اس سال میں کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟ ہم سے کون سی ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جو وہ قومیں کیا کرتی ہیں جن کے قدم موت کی طرف رواں ہوں۔ کون سے ہم نے ایسے کام کئے جو زندہ قوموں کے اسلوب ہوا کرتے ہیں۔ کس طرح غلطیوں سے بچنا چاہئے اور کس طرح اچھی باتوں کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ جماعت کی کل تعداد کا جائزہ لینا، جو تحریکات اس وقت واجب العمل ہیں ان کا جائزہ لینا کہ ان سے کس حد تک استفادہ ہوا اور ان کو کس حد تک ہم نے فراموش کر دیا اور اس حوالہ سے نئے سال کا ایک معیّن پروگرام مرتب کرنا چاہئے''۔

جہاں تک سالِ نو کے حوالہ سے انفرادی محاسبہ کا تعلق ہے آپ نے فرمایا:
''انفرادی طور پر ہر شخص کا محاسبہ الگ الگ ہوگا۔ کئی ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے گذشتہ سال اپنے نئے سال کا آغاز کرتے ہوئے کوئی نیک ارادہ باندھا ہی نہیں ہوگا۔ ایسے لوگ مادہ پرست قوموں کے پلیٹ فارم پر حرکت کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو...... نئے سال کا آغاز کرنے سے پہلے اپنے اس سال کا اس نقطہ نگاہ سے جائزہ لینا چاہئے کہ سارا سال کون سی ایسی بدیاں تھیں جن سے وہ غافل رہے اور کون سی ایسی نیکیاں تھیں جنہیں وہ اختیار کر سکتے تھے مگر کیا نہیں۔ نظامِ جماعت میں اُن کا کیا مقام ہے، خدمت کے کون کون سے مواقع تھے جو انہوں نے ضائع کئے ہیں...... اور کس حد تک وہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں کامیاب رہے ہیں یا اپنی اولاد کو خدا کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب رہے ہیں''۔

سالِ نو میں قدم رکھتے ہوئے جہاں ہمیں آئندہ کے لئے فکر کرنے کی ضرورت ہے وہاں سالِ گذشتہ میں عطا ہونے والی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کا اظہار بھی اتنا ہی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لئن شکر تم لا ذیدنکم** (سورۃ ابراہیم آیت 8) یعنی اگر شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 30 دسمبر 2005ء میں سالِ نو کا استقبال شکر کے جذبات سے کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ ستمبر 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ وَ اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّث اس لحاظ سے اس سال کے آخری جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے تشکر سے پُر جذبات کے ساتھ دعاؤں کا دن بنالیں...... آنحضرت ﷺ پر درود بھیجیں کہ جمعہ کے دن کے دوران درود خاص اہمیت رکھتا ہے اور پھر یہ شکر اور درود ہمیشہ آپ سب کی زندگیوں کا مقصد بن جائے۔ اور پھر اس شکر کے مضمون کے ساتھ نئے سال کا آغاز ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کریں جو گذشتہ سال عطاء ہوئی تھیں تا کہ آئندہ آنے والا جو سال ہے وہ پہلے سے بڑھ کر برکات لانے والا ہو۔ آمین''۔ (خطباتِ مسرور جلد سوم)

خدا کرے ہم سب ان نصائح و ہدایات پر عمل پیرا ہوسکیں اور یہ نیا سال اور آئندہ آنے والے سال ہر لحاظ سے ہمارے لئے انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے بابرکت ہوں آمین ثم آمین۔

بقیہ از صفحہ 22: سلیبس واقفین نو

TOPICS FROM ESSENCE OF ISLAM

1	Volume 1	Allah The Exalted (Pages 37-123)
2	Volume 2	Jihad With Sword (Pages 319-333)
3	Volume 3	The Needs of Prophets (Page 125-167)
		Gog And Magog (Pages305-310)
		The Veil (Pages 327-334)
4	Volume 4	The Purpose of the Promised Messiah's Advent (Pages 107-137)

یہی مضامین اردو میں ''مرزا غلام احمد اپنی تحریروں کی روشنی میں'' موجود ہیں از مصنف مکرم میر داؤد احمد صاحب۔

اعلان برائے نصاب واقفینِ نو ...... 18 تا 19 سال کے واقفین کے لئے

(از شعبہ وقف نو مرکزیہ، لنڈن)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں 18 تا 19 سال کے واقفین اور واقفات کے لئے بھی نصاب تیار کیا گیا ہے تا کہ وہ علمی لحاظ سے ترقی کرتے رہیں۔ یہ نصاب سب ممالک کی جماعتوں کے امراء کو بھجوایا جا چکا ہے تا کہ وہ اپنے اپنے ملک میں اس پر عمل کرواسکیں۔ اسے اخبارات میں بھی شائع کروایا جا رہا ہے تا کہ سب واقفین اس سے آگاہ ہوسکیں۔

1۔ یہ نصاب ان سب واقفین کے لئے ہے جو جامعہ میں داخلہ نہیں لے رہے اور وہ دیگر پیشوں کے تحت اپنی خدمات جماعت کے لئے پیش کریں گے۔

2۔ منسلک شدہ نصاب 19-18 سال کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ہے اور لازمی ہے کہ سب اس نصاب کے تحت تیاری کریں۔ زبانوں کی پابندی نہیں جس زبان میں بھی کتب اور تراجم موجود ہوں استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

3۔ یہ نصاب دو سال کے عرصہ میں مکمل کیا جانا چاہئے۔

4۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت ہے کہ ہر ششماہی یعنی ہر چھ ماہ کے بعد تمام واقفین کا تحریری امتحان لیا جائے اور اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ سب واقفین یہ سلیبس اچھی طرح پڑھ چکے ہیں۔

5۔ ہر جماعت اپنے ملکی لحاظ سے اور اپنی ملکی زبان کے فرق سے ہر چھ ماہ کے بعد تحریری امتحان کے لئے پرچہ جات تیار کرنے کی پابند ہوگی جو ان کے ملک کی تمام جماعتوں میں رہنے والے واقفین کے لئے ہوگا۔ امید کی جاتی ہے کہ سارا کام نیشنل سیکرٹری وقف نو کی نگرانی میں کیا جاسکے گا نیز جہاں ضرورت ہو وہاں دیگر احباب سے یا ایک تعلیمی کمیٹی کے سپرد یہ کام کیا جاسکتا ہے۔ نیشنل اور مقامی سیکرٹریان تعلیم کا تعاون مفید ہوگا۔

6۔ درخواست کی جاتی ہے کہ ہر چھ ماہ کے بعد دنیا بھر کی جماعتیں امتحانات کی رپورٹ بھجوائیں جس میں اعداد و شمار درج ہوں کہ کتنے واقفین اور واقفات نے امتحان میں شرکت کی اور ان کے نتائج کیسے رہے۔

7۔ اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ سب جماعتوں میں یہ سلیبس پڑھانے کے لئے کلاسوں کا انعقاد کیا جائے تا کہ اس امر کو حقیقی بنایا جاسکے کہ واقفین امتحان کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ اگر پہلے سے کلاسیں ہو رہی ہیں تو ان میں اس سلیبس کی تیاری کروائی جائے نیز تعطیلات کے دنوں میں سپیشل کلاسوں کا انعقاد کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ لوکل سیکرٹریان کو فعال بنایا جائے اور جہاں ضرورت ہو وہاں خاص طور پر صاحب علم احباب کو استاد مقرر کیا جائے۔

8۔ کوشش کی گئی ہے کہ نصاب میں ایسی کتب شامل کی جائیں جو ہر ملک میں دستیاب ہوں لیکن اگر کسی زبان میں تجویز کردہ کتاب موجود نہ ہو تو ضروری ہے کہ ملکی زبان میں اس موضوع پر جو بھی کتاب موجود ہو اس سے استفادہ حاصل کیا جائے۔

9۔ یہ بھی درخواست ہے کہ سلیبس اور اس سے متعلقہ ہدایات ہر جماعت میں پہنچادی جائیں اور اپنے ملکی اخبار میں بھی چھپوادیں تا کہ والدین اور واقفین کو بخوبی آگاہی ہوسکے۔

	مضامین	مجوزہ نصاب
1	ترجمہ قرآن کریم	پارہ 17 اور 18
2	مطالعہ تفسیر	سورۃ الکہف کی تفسیر از تفسیر صغیر یا انگریزی میں ترجمہ از مکرم ملک غلام فرید صاحب۔
3	حفظ قرآن کریم	سورۃ الدھر اور سورۃ الصف مع ترجمہ زبانی یاد کرنا۔
4	مطالعہ حدیث	''چالیس جواہر پارے'' یا اس کا ترجمہ Forty Pearls of Wisdom یا چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی مرتبہ احادیث کی کتاب Garden of Righteous یا اس کے مساوی احادیث کی کتاب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ شمائل النبی ﷺ مع اردو ترجمہ پاکستان کے واقفین کے لئے شائع کردہ نور فاؤنڈیشن۔
5	تاریخ اسلام	از دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 234-103 یا انگریزی میں Five Volumes Commentary میں سے یہی حصہ۔
6	تاریخ احمدیت	پاکستان کے لئے ''مختصر تاریخ احمدیت'' (مصنف عبدالسمیع صاحب از مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان) یا انگریزی میں Basics of religious Knowledge Part 7 شائع کردہ کینیڈا جماعت یا اس کے برابر کوئی کتاب۔
7	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	1۔ ''مسیح ہندوستان میں''۔ 2۔ ''کشتی نوح''۔ 3۔ ''ضرورۃ الامام''
8	سیرت	''حیاتِ نور'' یا انگریزی میں ترجمہ از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ
9	اختلافی مسائل	وفات مسیح ناصری علیہ السلام + ختم نبوت + صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام + خلافت علیٰ منہاج النبوت، احادیث و قرآن کی روشنی میں مطالعہ

باقی صفحہ 21 پر

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کر کے ہمیں کچھ بھی بھجوا سکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:

Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL

کیا ابھی وقت ہے!؟

امریکہ میں Mother's Day کے موقعہ پر ایک امریکی خاتون کے تأثرات یوں ہیں: ''میری بھی ایک بڑی اچھی ماں تھی جسے مجھ سے بہت محبت تھی، اس نے میرے لئے بہت قربانیاں دیں، میری مدد کیلئے وہ ہر وقت تیار رہتی تھی۔ جس عرصہ میں میں پلی بڑھی اور پروان چڑھی، کالج سے آگے شادی تک، میری ماں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا۔ میرے بچوں کا جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوا میری ماں ہمیشہ میرے قریب رہی۔ آج جب ہم اپنی ماں کو قبرستان میں دفن کر کے گھر پہنچے تو اسکی میز کی دراز سے اس کی لکھی ہوئی ایک دردناک نظم ''ابھی وقت ہے'' ملی، جس میں لکھا ہے: ''اے میری بیٹی! اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتی ہو تو مجھ سے آج محبت کرو۔ آنے والے کل کا انتظار نہ کرو تاکہ میں جان سکوں کہ تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو۔ تم اس وقت کا انتظار نہ کرو جب میں ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاؤں اور پھر تم میری قبر کے ٹھنڈے سنگ مرمر کے کتبہ پر لوہے کی بنی ہوئی سخت چھلنی سے چند شیریں الفاظ کھدوا کر مطمئن ہو جاؤ...... اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو مجھے آج بتاؤ نہ کہ تب جب میں ہمیشہ کے لئے سو جاؤں......''

اب ماں جا چکی ہے اور میں اپنے کئے پر پشیمان ہوں کہ کیوں نہ میں اپنی ماں کو کبھی بتا سکی کہ میں اسے کتنا چاہتی ہوں اور اس سے زیادہ یہ کہ جس سلوک کی وہ حقدار تھی وہ سلوک اس سے نہ کیا۔ میرے پاس ہر چیز کے لئے وقت تھا، اگر نہیں تھا تو اپنی ماں کے لئے۔ میرے لئے یہ مشکل بات نہ تھی کہ ایک کپ چائے کبھی اپنی ماں کے پاس بیٹھ کر پی لوں۔ اس بات میں میری سستی ہمیشہ آڑے آئی۔ کیا میری سہیلیاں میری ماں کی جگہ لے سکتی ہیں؟ اس کے جواب کا مجھے بخوبی علم ہے۔

میں جب بھی اپنی ماں کو فون کرتی تھی ہمیشہ جلدی میں ہوتی تھی...... آج میں بہت لیٹ ہو چکی ہوں اور اپنے کئے پر شرمندہ!!

بیوی سے حسن سلوک

حضرت اماں جانؓ فرماتی ہیں کہ جب میں پہلے پہل دلّی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا، تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا، سو وہ بالکل راب سی بن گئی......ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آ گئے، میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپؑ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے۔ پھر فرمایا نہیں یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مذاق کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے ہی تو مجھے پسندیدہ ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے...... حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا''۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے ''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں''۔

ایک دوست کی اپنے گھر میں درشت مزاجی کا ذکر ہوا تو حضورؑ نے فرمایا ''ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے...... میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور باایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ مونہہ سے نہیں نکلا تھا۔ اسکے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے''۔

ایک مرتبہ ایک سیڑھی کی جگہ تبدیل کرنے کی ضرورت پڑی۔ نئی جگہ پر رکھنے کے مولوی محمد احسن صاحب مخالف تھے کہ میرے حجرہ کو اندھیرا ہو جائے گا اور حضرت اماں جانؓ کا حکم تھا کہ وہاں رکھی جاوے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ یہ انتظام کر رہے تھے اس لئے ان کو بڑی جدوجہد کرنی پڑی اور ان کی مولوی صاحبؓ سے تکرار ہو رہی تھی کہ حضورؑ تشریف لائے اور پوچھا کیا ہے؟ میر صاحب نے کہا کہ مجھ کو اندر سیدانی (یعنی حضرت اماں جان) آرام نہیں لینے دیتی اور باہر سید سے پالا پڑ گیا ہے، نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ مانتی ہیں، میں کیا کروں۔ حضورؑ نے مسکرا کر فرمایا مولوی صاحب آپ کیوں جھگڑتے ہیں میر صاحب کو جو حکم دیا گیا ہے ان کو کرنے دیجئے، روشنی کا انتظام کر دیا جاوے گا، آپ کو تکلیف نہیں ہوگی......غرض کبھی اور کوئی موقع ایسا نہیں آیا کہ آپؑ نے حضرت اماں جانؓ کی دلشکنی کی ہو۔

سراپا قربانی وجود

حضرت خانصاحب منشی برکت علی صاحبؓ شملوی نے صدر انجمن کے انتہائی ذمہ دار عہدوں پر کام کرنے کے باوجود کسی رنگ میں تنخواہ یا الاؤنس لینا پسند نہیں فرمایا بلکہ کوئی بھی مالی تحریک ایسی نہیں تھی جس میں آپؓ نے حصہ نہ لیا ہو۔ آپؓ کے دفتر میں ایک لاٹری کیلئے ہر ماہ رقم اکٹھی کی جاتی تھی۔ ۱۹۰۳ء میں یہ لاٹری نکل آئی اور ہر ایک کو ساڑھے سات ہزار روپے ملے۔ آپؓ چونکہ احمدی ہو چکے تھے اسلئے اسی وقت حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فتویٰ دریافت کیا۔ یہ معلوم ہونے پر کہ یہ جوا ہے اور حرام ہے آپ نے ساری رقم چند ہی دن میں اشاعت دین اور غرباء کی امداد میں صرف کر دی...... آپؓ موصی تھے اور تحریک جدید کے پانچ ہزاری فوج کے ممبر بھی۔ آپ نے اپنا ایک مکان واقع ربوہ اپنی زندگی میں ہی صدر انجمن کے پاس ہبہ کر دیا تھا اور اس سے پہلے ایک ٹرسٹ چھ ہزار روپے کا اپنی اہلیہ کی طرف سے بحق صدر انجمن قائم کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قلمی اور علمی لحاظ سے بھی حضرت خانصاحبؓ کو خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائی اور آپؓ نے بعض مبسوط مضامین شائع کروا کے مفت تقسیم فرمائے۔

قابل تقلید

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی سادگی وانکساری کا ذکر کرتے ہوئے محترمہ شہزادی عابدہ سلطان آف بھوپال اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان کرتی ہیں کہ ۴۵۹۱ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندہ وفد میں شامل ہوکر مجھے امریکہ جانے کا موقع ملا تو ہوٹل میں میرا دل نہ لگا اور اجنبیت محسوس ہوئی۔ دو دن بعد خیال آیا کہ اقوام متحدہ کے پاکستانی دفتر کے کسی کمرہ میں سوجایا کروں۔ اسی خیال سے دفتر جاکر خاموشی سے اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا۔ چوتھی منزل کے اوپر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک ٹوٹا پھوٹا سا پلنگ تھا اور ضروریات بھی اچھی طرح مہیا نہ تھیں۔ میں نے کمرہ کی حالت دیکھ کر سوچا کہ شائد یہ چوکیدار کا کمرہ ہوگا لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مجھے بتایا گیا کہ یہ پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کا کمرہ ہے۔ مجھے بہت برا لگا کہ یہ کیا ہے، یہ تو ہماری بدنامی کا مسئلہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ ملاقات وغیرہ کہاں کرتے ہیں، بتایا گیا کہ دفتر وغیرہ میں کرلیتے ہیں اور اس کمرہ میں صرف سونے کی غرض سے آتے ہیں۔

اب ظفر اللہ خان صاحب سے چونکہ برسوں کی دوستی تھی اور بے حد بے تکلفی تھی لہٰذا پہلی فرصت میں میں نے اُن سے جھگڑا کیا اور کہا کہ اس طرح رہنے سے عار محسوس نہیں ہوتی؟۔ اس پر چودھری صاحب مسکرائے اور کہنے لگے کہ آپ اسے کیا سمجھی ہیں؟۔ میں نے کہا یہی کہ آپ پیسے بچاتے ہیں!۔ اس پر چودھری صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنی ذات پر یومیہ دو ڈالر خرچ کرتا ہوں خواہ وہ ٹیکسی پر خرچ ہوجائیں یا کھانے پر کیونکہ میں سگریٹ اور شراب کا شوق نہیں رکھتا، صبح دوپہر شام کا کھانا یہاں سے مل جاتا ہے، اب ہوٹل میں جاکر کیوں کھاؤں۔ اپنے الاؤنس میں سے دو ڈالر اپنے خرچ کے لئے رکھ کر باقی رقم رفاہی کاموں کے لئے دیدیتا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بصیرت

ایک سائل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اس کا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے جس کے کفن دفن کے لئے کچھ انتظام نہیں ہے۔ اس نے چند سکے دکھانے کے لئے رکھے ہوئے تھے کہ صرف یہی چندہ اکٹھا ہوا ہے۔

حضورؑ نے خواجہ علی صاحبؓ سے فرمایا کہ ان کے ساتھ جاکر انتظام کردو۔ حضورؑ کی عادت مبارک یہ تھی کہ سائل کو جو مناسب سمجھتے نہایت درجہ فیاضی سے دیدیتے چنانچہ اس ارشاد سے خدام کو تعجب ہوا۔ کچھ دیر بعد حضرت قاضی صاحب مسکراتے ہوئے واپس آئے اور بتایا کہ وہ تو بڑا دھوکہ باز تھا۔ راستہ میں پہلے میری منت کی کہ جو کچھ دینا ہے دیدیں، میں نے کہا کہ مجھے تو خود جانے کا حکم ہے، جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ مجھے دو، جو خرچ آئے گا وہ میں دوں گا۔ آخر وہ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ یہ میرا پیشہ ہے، اب میری پردہ دری نہ کرو میں آئندہ ایسا نہ کروں گا۔

احادیث کے راوی اور مقام تقویٰ

سنت رسولؐ کے مطابق حضرت عبداللہؓ صرف جمعرات کو ہی وعظ فرمایا کرتے تھے جو ایک حدیث پر مشتمل ہوتا تھا اور بہت مختصر اور جامع ہوتا تھا۔ آپؓ کا بیان اس قدر دلچسپ اور شیریں ہوتا کہ ایک صحابی کا بیان ہے کہ تقریر ختم کرنے پر ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کاش ابھی وہ کچھ اور بیان کرتے۔ روایات کے بیان میں آپؓ بیحد محتاط تھے۔

آپؓ کے شاگرد مسروق کہتے ہیں کہ ایک بار جب آپؓ ان الفاظ پر پہنچے "سمعت رسول اللّٰہ" کہ میں نے خدا کے رسول سے سنا تو مارے خوف اور خشیت کے آپؓ کے بدن پر ایک لرزہ طاری ہوگیا...... اس کے بعد احتیاط کی خاطر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ شاید حضورؐ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ۔

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سال تک عبداللہؓ بن مسعود کے پاس آتے جاتے رہے۔ ایک دفعہ "قال رسول اللّٰہ" کے الفاظ کہہ کر آپؓ پر ایک عجیب کرب کی کیفیت طاری ہوگئی اور پسینہ پیشانی سے گرنے لگا۔ پھر فرمانے لگے کہ اسی قسم کے الفاظ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ حضورؐ نے فرمائے تھے۔

تاریخ کا ایک ورق

یہ اسلامی تاریخ کا ایک ورق ہے کہ جب حضرت عمرؓ اپنے گھر سے آنحضورﷺ کے قتل کے ارادہ سے نکلے تو کسی نے اُن کا ارادہ بھانپ کر کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور اُن کا خاوند مسلمان ہوچکے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر پہنچے اور پھر قرآن کریم کی چند آیات سن کر آپ کے دل کی کایا پلٹ گئی اور آپ نے اسلام قبول کرلیا۔ اس واقعہ میں جس بہن اور بہنوئی کا ذکر ہے وہ حضرت سعیدؓ بن زید اور آپؓ کی اہلیہ ہیں۔

حضرت سعیدؓ بن زید ابتدائی صحابی اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنوعدی سے تھا۔ آپؓ اور آپ کی اہلیہ حضرت فاطمہؓ جو حضرت عمرؓ بن الخطاب کی حقیقی بہن تھیں، ابتدائی ایمان لانے والوں میں شامل تھے۔ حضرت عمرؓ آپکے چچا زاد بھائی بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل جو چند ایک لوگ موحد تھے ان میں حضرت سعید بن زید کے والد زید بن عمرو بھی شامل تھے جن کے آنحضورﷺ سے دوستانہ تعلقات تھے لیکن آنحضورﷺ کی بعثت سے قبل ہی ان کی وفات ہوگئی لیکن انہیں مشرکین نے موحد ہونے کی بناء پر بہت دکھ دیئے۔ آنحضرتﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا "وہ قیامت کے دن اکیلے ایک مستقل امت کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے"۔

دنیا کا قدیم ترین عیسائی ملک

ایشیائے کوچک کے ایک پہاڑی ملک آرمینیا کا رقبہ ساڑھے گیارہ ہزار مربع میل اور آبادی قریباً ۵۳ لاکھ ہے۔ اس کی سرحدیں جارجیا، آذر بائیجان، ترکی اور ایران سے ملتی ہیں۔ ایک زمانے میں یہ علاقہ آتش فشاں پہاڑوں سے بھرا پڑا تھا جو اب مُردہ ہوچکے ہیں۔ یہاں تین سو سے زیادہ چھوٹے بڑے دریا اور ایک سو سے زیادہ جھیلیں ہیں۔

آرمینیا قدیم ترین عیسائی ملک ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت رومیوں کے زیر اثر تھا اور بنی اسرائیل کے جلاوطن قبائل کا ایک حصہ یہاں بھی آباد تھا جسے بعدازاں ایرانی بادشاہوں نے یہاں سے نکال کر ایران کے مختلف شہروں میں آباد کیا۔ پہلے ایران، ترکی اور روس کے درمیان یہ علاقہ تقسیم ہوتا رہا حتیٰ کہ ۲۱۹۱ء میں روس اور ترکی کے معاہدے کے بعد اس کی آزادی سلب کرلی گئی اور سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد یہ پھر ایک آزاد ملک کی حیثیت سے ابھرا۔ یہاں کی سرکاری زبان آرمینین یا ارمنی ہے جو ایک انڈو یورپین زبان ہے اور اس زبان کا رسم الخط بھی ایک عیسائی بزرگ Saint Mesropz نے بنایا تھا۔